# مقالۂ کاملہ



مولفہ

عالم لمعی و فاضل لوذعی جناب مولانا محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی

باہتمام

خاکسار محمد نثار حسین نثار مالک کارخانہ عطر و مہتمم پیام یار

سنہ ۱۹۰۹ع

قومی پریس لکھنؤ میں چھپا

قیمت فی جلد ۱۰/

طبع اول بار ۵۰۰

## قصیدہ در مدح حضرت پیر و مرشد جناب مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی مدظلہ

برنگِ بو مری قسمت مین لکھی تھی جو عریانی ۔ جنون نے مجکو بخشی شکلِ گلِ صد چاک دامانی
پھرا کرتا ہون مین وحشت زدہ ذراتِ صحرا مین ۔ فلک کی طرح گردش ہے نہین ممکن تن آسانی
کبھی سر پر بگولے ہین کبھی شاخین ببولون کی ۔ یہ زرین سائبان ہین اور وہ چترِ سلیمانی
شکستِ رنگِ عارض نے جو رنگ اپنا جمایا ہے ۔ برستی ہے مری دیوار تن سے آج ویرانی
اگر مین جوشِ وحشت مین نکلجاتا ہون راتون کو ۔ چراغِ راہ بنجاتا ہے ہر غولِ بیابانی
مری بے برگیان جب رنگ روپ اپنا دکھاتی ہین ۔ چمن کے زرد پتے کرتے ہین مجھپر زر افشانی
مرے ارمان سب یون بند ہین غمخانۂ دل مین ۔ مقید گوشۂ تاریک مین ہون جیسے زندانی
کھلے ہین داغ سینے مین بھرے ہین اشک دامن مین ۔ مرے دم سے پھلی پھولی ہے کشتِ غم کی دہقانی
مری دلبستگی کھولین گی اکدن باغ کی کلیان ۔ کہے گی زلفِ سنبل ہو بہو میری پریشانی
اگر یونہین برابر زخمِ دل اسکے رہے پیاسے ۔ بکے گی آگ کے مول اک نہ اکدن آبِ پیکانی
خیالِ غیر کا کیا ہو گزر اس خانۂ دل مین ۔ کیا کرتی ہے معشوقِ ازل کی یاد دربانی
جبین سائی جو کی ہے آستانِ مقصدِ دل پر ۔ چمکتا ہے قمر کی طرح میرا داغِ پیشانی
ذبابِ حرص اگر بیٹھے مرے خوانِ توکل پر ۔ کرے بالِ ہمائے رحمتِ یزدان مگس رانی
پہنچتا ہے وادیِ ایمن کا نقشا میری آنکھون مین ۔ نظر آتے ہین کیا کیا جلوہ انوارِ یزدانی
کسی کا آفتابِ داغِ الفت کیا عیان ہوگا ۔ کہ شکلِ خیطِ ابیض ہے خطِ چاکِ گریبانی
نہین ہے قدر میرے سامنے کچھ ساغرِ جم کی ۔ مرے پہلو مین ہے خود شیشۂ دل جامِ عرفانی
حسینانِ فسونگر کی ادا مین کیا لبھا مین گی ۔ کہ ہے پیشِ نظر حسنِ عروسِ نظمِ قرآنی
خطوطِ بوریا کو جسم پر اُتو سمجھتا ہون ۔ گلیمِ فقر کو مین جانتا ہون خرقۂ سلطانی
بنایا ہی خدا نے دل مرا گنجینۂ حکمت ۔ مری نظرون مین ہے مشکل بہی علمِ یونانی
مرا دستِ کرم رکتا نہین ایثار سے دم بھر ۔ لٹاتا ہون ہمیشہ گوہرِ اسرارِ فرقانی

حدیثِ مصطفےٰ سے ہے دہن ہمپایۂ کوثر
زبانِ تر مری ہے موجِ بحرِ فقہِ نعمانیؒ

مرے نورِ یقین سے ہے شبستانِ جہان روشن
برنگِ شمع کافوری سراپا دل ہے نورانی

مین یکتائے زمانہ ہون فصاحت مین بلاغت مین
مرے آگے نہین چل سکتی کچھہ سحبان کی سحبانی

کیا کرتا ہے صید اکثر غزالانِ معانی کو
مرا کلک روان ہے یا کوئی شیرِ نیستانی

مرے دیوان کا ہے نقطہ نقطہ لولوے لالا
مرے خامے مین مثلِ ابرِ نیسان ہے درافشانی

مرے اشعار گوہر بار ہر سے فخرِ عالم کو
مری طبعِ رسا پر ناز کرتی ہے سخندانی

پھڑک اوٹھتا ہے جو سنتا ہی میری نظمِ دلکش کو
وہ سامع لکھنوی یا دہلوی ہو یا ہو ایرانی

مین عاشق بھی ہون ناصح بھی ہون شاعر بھی ہون وحشی بھی
مری باتین ہین تر مجذوب کی صورت ہے دیوانی

نہ سمجھے میرے ہمدم بھی یہ سودا مجھکو کسکا ہے
کسی نے آجتک میری حقیقت کچھہ نہ پہچانی

اوبل پڑتا ہون مثلِ چشمِ گریان جوشِ الفت مین
جنابِ فضلِ رحمٰن کا ہے مجھکو عشقِ پنہانی

خدا نے حسنِ صورت حسنِ سیرت جنکو بخشا ہے
نگاہِ معرفت بین مین نہین جنکا کوئی ثانی ؒ

شہِ ملکِ حقیقت بادشاہِ کشورِ معنیؒ
امامِ علم و دین پیرِ طریقت شیخِ ربانیؒ

مہِ برجِ شریعت آفتابِ چرخِ یکتائی
چراغِ نقشبندؒ و شمعِ بزمِ شیخ جیلانیؒ

سخن سنجی جو فیاضِ ازل نے مجھکو بخشی ہے
مناسب ہے جماؤن آج مین رنگِ گل افشانی

یہ میدانِ سخن ہے گو جوابِ عرصۂ محشر
سمندِ فکر کی اپنے دکھادون پھر بھی جولانی

ادب سے آئین رحمت کے فرشتے میری محفل مین
کہ مین کرتا ہون اپنے پیر و مرشد کی ثناخوانی

امنگون پر طبیعت ہی سناتا ہون مین وہ مطلع
کہ سنتے ہی پھڑک اوٹھے لحد مین روحِ خاقانی

## مطلع ثانی

جنابِ فضلِ رحمٰن پر ہوا جب فضلِ رحمانی
دلِ اقدس بنا آئینۂ اسرارِ ربانیؒ

خدا نے آپ کو آئینہ قدرت بنایا ہے
نظر آتی ہے جسمین شانِ حسنِ صنعِ یزدانی

توجہ آپ کی جسپر ہوئی وہ ہوگیا کامل
اگر تھا ذرہ آسا بن گیا خورشیدِ عرفانی

سحر کر لیا دم مین پریزادانِ معنی کو
سویدائے دل پر نور ہے مہرِ سلیمانی

اگر دیکھے عرقہائے جبینِ پاک کے قطرے
ندامت سے ہو پانی پانی آبِ دُرِ عمانی

جو بیٹھے آپ کے حلقے مین اطمینانِ دل پائے
حضورِ فضلِ رحمن کیا چلے افسونِ شیطانی

اگر چاہین سلاطینِ جہان پر ہو شرف حاصل
کہو خاقان و قیصر سے کرین حضرت کی دربانی

سریر آرائے اقلیمِ ولایت وہ ہوئے جب سے
بلا سے بوریے کو پایۂ اورنگِ سلطانی ہے

فضائے کوچۂ رشکِ ارم کے آگے محشر مین
خدا جانے مجھے بھائے نہ بھائے باغِ رضوانی

گہر پر پھر گیا پانی وہان کے سنگریزون سے
خزف پارون سے ہین خون مین جگر لعلِ بدخشانی

پئے مہمان نوازی خوانِ نعمت وہ بچھایا ہے
کہ جسپر گیسوون سے حورین کرتی ہین مگس رانی

جو لذت آپ کی نانِ جوین سے دلکو ملتی ہے
نہین ممکن کہ بخشے بادشہ کا خوانِ الوانی

تصور کرتے ہی دم بھر مین روشن خانۂ دل ہو
تعالی اللہ کیا ہی چہرۂ اقدس ہے نورانی

دہن قفلِ درِ معنی ہے دل گنجینۂ عرفان ہے
زبانِ پاک مفتاحِ نکاتِ نظمِ قرآنی

کرم مین بحرِ مواج آپ کی طبعِ مصفا ہے
سراپا موجِ دریائے عطا ہے چین پیشانی

ہوے سیراب لاکھون اک نگاہِ لطف پرور سے
پلائے سیکڑون پیاسون کو اپنے جامِ احسانی

مگر مین خوبیِ قسمت سے ابتک رہ گیا پیاسا
نہ بخشا مجکو خضرِ معرفت نے آبِ حیوانی

یہان تک سوزشِ دل سے لگی ہے آگ سینے مین
کہ مثلِ آب گوہر ہو گیا خشک آنکھ کا پانی

تری دریا نوالی کا بہت ہے شور عالم مین
ادھر بھی کچھ کرم ہو اے سحابِ فضلِ رحمانی

توجہ سے تری بن جاؤنگا مین لجۂ دریا
دکھائیگا مرادِ دل بہارِ موجِ طوفانی

سمندِ فکر کو سرپٹ کہانتک شوق ہانکوگے
قیامت تک نہو گا طے یہ میدانِ سخن رانی

اوٹھاؤ ہاتھ اب بہرِ دعا حسنِ عقیدت سے
کہ ہو گلگونہ رخسارۂ مدح و ثنا خوانی

الٰہی بارگاہِ لم یزل مین تیری آیا ہون
کہ ہے درگاہ تیری مرجعِ ہر قاصی و دانی

بحقِ احمدِ مرسل شفیعِ عرصۂ محشر
امامِ انبیا فخرِ رسل سرخیلِ عدنانی

(۴)

بحقِ حضرتِ بوبکر صدیقِ امامِ حق
بحقِ حضرتِ سلمان گلِ باغِ سلمانی

بحقِ قاسمِ علمِ حقیقت حضرتِ قاسم
حفید حضرتِ صدیق و دُرِ بحرِ سلمانی

بحقِ جعفر دوم بایزید قطب بسطامی
بحقِ بوالحسن پیرِ طریقت شیخ خرقانی

بحقِ بوعلی فارمدی پیرِ جہان آرا
بحقِ حضرتِ یوسف ابویعقوب ہمدانی

بحقِ غجدوانی خواجہ عبدالخالق کامل
بحقِ حضرتِ عارف دُرِ دریائے عرفانی

بحقِ حضرت محمود و انجیر آسمان رفعت
بحقِ حضرت خواجہ عزیزان کانِ ایقانی

بحقِ حضرت بابا بہارِ گلشنِ عرفان
بحقِ شاہ امیر خسرو ملک ہمہ دانی

بحقِ نقشبند علم و دین خواجہ بہاؤالدین
بحقِ حضرت خواجہ علاؤالدین حقانی

بحقِ حضرتِ یعقوب چرخی مہرِ چرخِ دین
بحقِ حضرت خواجہ عبید اللہ یزدانی

بحقِ حضرت خواجہ محمد زاہد کامل
بحقِ حضرت درویش شاہ ملک ایمانی

بحقِ خواجگی و خواجہ عبدالباقی عارف
بحقِ شیخ احمد زبدۃ الاقطاب ربانی

بحقِ خواجہ معصوم و بحقِ شیخ ابوالقاسم
محمد نقشبند نخلبند باغ ایشانی

بحقِ حجۃ اللہی زبیر خواجۂ عالم
بحقِ حضرت خواجہ ضیاء اللہ یزدانی

بحقِ حضرت آفاق شاہ کشورِ معنے
بحقِ مرشدِ حق فضل رحمن شیخ لاثانی

یہی ہے التجا میری تری درگاہِ عالی میں
طلسم آسا رہے جبتک بقائے عالمِ فانی

رہیں جبتک فلک پر قطب دونوں ساکن و ثابت
رہے جبتک فسان کی طرح دورِ چرخ گردانی

مہ و انجم فلک پر شمع سان جبتک رہیں روشن
رہے خورشید عالم تاب میں جبتک درخشانی

گلوں کا گلشن ایجاد میں جبتک ہے جوبن
رہیں جبتک ترنم ریز مرغانِ گلستانی

گل افشانی رہے جبتک مرے اشعار رنگین کی
رہے آویزۂ گوش جہان جبتک ثناخوانی

جناب پیر و مرشد کا مرے سر پر رہے سایہ
رہے جاری ہمیشہ بحرِ فیض فضل رحمانی

جاء الحق وزهق الباطل

الحمد لله والمنة که این رساله حافله در جواب اقوال باطله یعنی

# المقالة الكاملة

فی رد

# الاجوبة الفاخرة الفاضلة

مؤلفه یگانهٔ زمن جناب مولانا مولوی محمد ظهیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی باهتمام محمد نثار حسین

در قومی پریس لکهنؤ مطبوع شد

سنہ ۱۳۰۸ ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ علی نوالہ + والصلوۃ علی رسولہ و اصحابہ و آلہ

اما بعد امیدوار رحمت رب باری محمد ظہیر احسن نیموی عظیم آبادی عرض کرتا ہی کہ ہمارے پیرو مرشد جامع شریعت غرا مجمع طریقت بیضا عمدۃ الاولیا زبدۃ الاصفیا ولایت مآب قطب الاقطاب معدن ایقان مخزن عرفان حضرت سیدنا و مولانا **فضل رحمن** مد ظلہ المنان کی ذات بابرکات بھی عجب نعمت الٰہی ہے - خدا نے مستجاب الدعوات ایسا بنایا ہے کہ آپکی دعا سے ہزارون کی مرادین حاصل ہو گئین سیکڑون کامیاب ہو گئے **گنج مراد آباد** جو حضرت کی جای سکونت ہے آپکے وجود باجود سے اسم بامسمی ہو گیا - بات کی بات مین شہرۂ آفاق ہو گیا - عوام تو عوام سیکڑون علماے کرام آپکے مرید ہین لاکھون مشتاق زیارت ہین - آپکا طریقہ نقشبندیہ ہے جسکی مدح و ثنا مین خامہ دو زبان عاجز و حیران ہے اور زبان قاصر البیان و نعم ما قیل ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برند از رہ پنہان بحرم قافلہ را

ہمہ شیران جہان بستۂ این سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را

نقشبندیہ مین سے بھی کون سلسلہ کہ مجددیہ جو نور علی نور ہے اور جسکے موجد امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہین - آج کون ایسا ذی فہم ہے جو ہمارے حضرت کا معتقد نہین بجا بات محتاج نہین - آپنے کتب احادیث مولانا شاہ محمد اسحق مرحوم سے پڑھی ہین جناب شاہ عبد العزیز

قدس سرہ سے بھی بلا واسطہ تلمذ ہے۔ راقم الحروف حضرت مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحی
نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی جناب مین علوم عقلیہ و نقلیہ پڑھکر جب وطن آنے لگا تو بخاری شریف
لیکر حضرت پیر و مرشد کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک تو آپ میرے
پیر و مرشد ٹھیرے دوسرے آپکو بلا واسطہ شاہ عبد العزیز مرحوم سے تلمذ ہے
مین چاہتا ہون کہ تبرکاً کچھ بخاری شریف آپسے بھی پڑھون۔ آپنے فرمایا کہ جب مین مولانا
شاہ عبد العزیز مرحوم کی خدمت مین پہلے پہل سبق کے لیے حاضر ہوا تو اونھون نے
فرمایا کہ میرے والد ماجد مولانا شاہ ولی اللہ مرحوم نے کتب احادیث پڑھانے سے پشتر
یہ حدیث مسلسل بالاوّلیۃ پڑھی جو اونکو اپنے شیوخ سے باسنادہٖ پونہچی تھی قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُھُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ
یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ۔ فقیر حقیر حضرت پیر و مرشد سے یہ حدیث سنکر نہایت ہی خوش ہوا
اوسکے بعد بخاری شریف کے کچھ احادیث پڑھکر سنائے۔ آپنے جابجا فوائد ارشاد فرمائے
پھر جمیع کتب احادیث کی اجازت دی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ الغرض ہمارے پیر و مرشد
مدظلہ صرف علوم باطنی ہی کے ماہر نہین بلکہ علوم ظاہری مین بھی مغتنمات روزگار سے
ہین۔ آپکے جو فرزند والاشان کاشف مقامات عرفان مخدومنا و مکرمنا جناب سید احمد میان
دام مجدہ ہین اونکا بھی کیا کہنا بمفحواے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ اپنے پدر بزرگوار کے ہمقدم
ہین۔ انکے بھی بہت سے حضرات مرید ہین۔ چنانچہ خدا بخشے جناب نواب صدیق حسن
خان بہادر کے بیٹے حنفی المذہب صوفی مشرب مشہور ہین۔ جناب مولوی نور الحسن
صاحب کو بھی جناب موصوف ہی سے شرف بیعت حاصل ہے۔ بلکہ مذاق صوفیانہ
مین چھوٹے چھوٹے دس رسالے بھی لکھے ہین جنکے نام شہرہ آفاق وغیرہ ہین
ان رسائل عشرہ مین جابجا اپنے پیر و مرشد دام مجدہ اور ہمارے حضرت مدظلہ کے
ارشاد فیض بنیاد بھی نقل کیے ہین اور انکے کچھ حالات اور مقامات بھی بیان کیے ہین

اگر اونکو مرہم زخم جگر کہیے تو بجا ہی اور دار وے درد دل فرمایئے زیبا ہی۔ مگر زمانہ ایسا فتنہ و فساد کا آپونچا ہی کہ طفل دبستان تک اپنے آپکو علامۂ زمانہ جانتا ہی اور علمای کرام پر آستینین چڑہانیکو طیار ہوجاتا ہی ہر گلی کوچے مین مطبع ہو گئے ہین جسکے جی مین جو آتا ہی اپنی شہرت کے لیے خامہ فرسائی کرکے چھپوا دیتا ہی

فی الحال ایک ذات شریف نے جو مو ضلع اعظم گڑہ کے رہنے والے ہین اور جنکا نام نامی مع القاب گرامی جناب مولوی حکیم ابوالمکارم محمد علی ہے اون رسائل عشرہ پر جابجا خامہ فرسائی کرکے ایک رسالہ چھپوایا ہے جسکا نام ہاتہ بھر کا الاجوبۃ الفاخرۃ الفاضلہ رکھا ہی۔ یہ انوکھا رسالہ وقعت مین کاغذ بادی سے کچھ کم نہین۔ زمانہ کا یہ رنگ دیکھکر کہ جسپر ناحق بھی اعتراضات ہوجاتے ہین تو نافہمون کو سوء ظنی پیدا ہوجاتی ہے اوسکا جواب باصواب لکھنا ضرور ہوا۔ مگر ہر بات کے جواب مین کون تضیع اوقات کرے جہان کہین امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت پیر و مرشد دام فیضہ اور اونکے فرزند ارشد دام مجدہ کی نسبت خامہ فرسائی کی ہے اون سب کا جواب لکھے دیتا ہون۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ ٥ - **قال المعترض**

فی الحال مجموعۂ رسائل دہ گانہ یعنی شہرۂ آفاق و فیض رحمانی و نور احمدی و میخانۂ عشق و نشۂ عرفان و اسرار محبت و گنجینۂ فقر و نسخۂ حکمت و نظر مرشد و حسن معاملہ جو مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مرادابادی کے فرزند شیخ احمد کے بعض مریدون کی تالیف سے ہے نظر سے گذرا

**اقول** ایک تو معترض صاحب سراپا تہذیب نے ان حضرات کو اس عنوان سے یاد کیا کہ لفظ جناب تک نہ لکھا دوسرے نام کو بھی صحیح طور پر تحریر نفرمایا۔ ہمارے حضرت پیر و مرشد مدظلہ کا اسم مبارک **فضل رحمن** ہے۔ نہ فضل الرحمن اور آپکے صاحبزادے کا نام نامی **سید احمد میان** ہے نہ شیخ احمد۔ مؤلف رسائل عشرہ نے جابجا ان حضرات کے نام نامی صحیح طور پر لکھے ہین پھر بھی معترض صاحب نے ان اسما کو غلط لکھا۔ اور اصل یہ ہے کہ ناموں مین غلطیان کرنا آپکی عادات قدیمہ سے ہے۔ دیکھیے تخریج زیلعی جسکا نام **نصب الرایہ** ہے اوسکا ملخص جو حافظ ابن حجر عسقلانی سے ہے جسکا نام **درایہ** ہے آپنے اوسکو بنظر

تجارت اپنے اہتمام اور کمال تصحیح سے چھپوایا مگر بسم اللہ ہی غلط کہ سرلوح درایہ کے بدلے
آپنے نصب الرایہ لکھوا دیا۔ خدا جانے آپکی یہ غلطی کتنے لوگون کو مغلط مین ڈالیگی۔ بیچارے
عبارت تو درایہ کی نقل کرینگے اور نصب الرایہ کا حوالہ دینگے اور اوسکو تالیف ابن حجر قرار دینگے
جس سے غلط در غلط ہو جائیگا۔ اللہ تعالے ہر کسیکو ایسی فاحش غلطی سے محفوظ رکھے **قال**
**المؤلف** حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ قائل ہوے ہین کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہین اور علما
اسکے قائل ہین کہ گھٹتا بڑھتا ہے سو یہ دونون قول صحیح ہین الخ **قال المعترض** دونون
قول صحیح نہین۔ صحیح یہی ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے الخ۔ **اقول** کم فہم حضرات تو قیامت
تک یہ دقیق مسئلہ نہ سمجھین گے مگر حق یہی ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے۔ امام ربانی **مجدد**
**الف ثانی** رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات جلد اول مکتوب دو صد و شصت و ششم مین تحریر
فرماتے ہین کہ در زیادتی و نقصان ایمان علما را اختلاف ست امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالے
عنہ میفرماید الایمان لا یزید ولا ینقص۔ و امام شافعی رحمہ اللہ سبحانہ میفرماید کہ یزید
و ینقص۔ و شک نیست کہ ایمان عبارت از تصدیق و یقین قلبی ست کہ زیادتی و نقصان
را در انجا گنجایش نیست و انچہ قبول زیادتی و نقصان کند داخل دائرہ ظن ست نہ یقین
غایۃ ما فی الباب اتیان اعمال صالحہ انجلاء آن یقین میفرماید و اعمال غیر صالح آن یقین را مکدر میسازد
پس زیادتی و نقصان باعتبار اعمال در انجلاے آن یقین ثابت شدہ در نفس آن یقین
جمعے یقین را کہ منجلی و روشن یافتند زیادہ گفتند از ان یقینے کہ آن انجلا و روشنی ندارد گویا
بعضے غیر منجلی یقین را یقین ندانستند ہان بعض منجلی الیقین دانستہ ناقص گفتند و جمعے دیگر
کہ حدت نظر داشتند دیدند کہ این زیادتی و نقصان راجع بصفات یقین ست نہ بنفس یقین
لاجرم یقین را غیر زائد و ناقص گفتند مثل آنکہ دو آئینہ برابر کہ در انجلاء و نورانیت تفاوت دارند
شخصے بمیند آئینہ را کہ انجلا زیادہ دارد و نمایندگی درو بیشتر ست گوید کہ این آئینہ زیادہ است
ازین آئینہ دیگر کہ آن انجلا و نمایندگی ندارد و شخصے دیگر گوید کہ ہر دو آئینہ برابر اند زیادت

عقیدۂ زیادت و نقصان ایمان

ونقصان ندارند- تفاوت در انجلا و نمایندگیست که از صفات آن آئینه است پس نظر شخص
ثانی صائب ست و تحقیقت شی نافذ و نظر شخص اول مقصور بر ظاهر ست و از صفت بذات
نرفته و یرفع الله الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات ازین تحقیق
که این فقیر باظهار آن موفق شده است اعتراضات مخالفان که بر عدم زیادتی و نقصان ایمان
نموده اند زائل گشت و ایمان عامه مؤمنان در جمیع وجوه مثل ایمان انبیا علیهم الصلوات و
التسلیمات نشد زیراکه ایمان انبیا علیهم الصلوات والتسلیمات که تمام تجلی و نورانی ست ثمرات
ونتائج باضعاف زیاده دارد از ایمان عامه مومنان که ظلمات و کدورات دارد علی تفاوت
درجاتهم- و همچنین ایمان ابی بکر رضی الله تعالی عنه که در وزن زیاده از ایمان این امت است
باعتبار انجلا و نورانیت باید داشت و زیادتی را راجع بصفات کامله باید ساخت- نمی بینی
که انبیا علیهم الصلوات والتسلیمات با عامه در نفس انسانیت برابر اند و در حقیقت همه متحد تفاضل
باعتبار صفات کامله آمده است- و آنکه صفات کامله ندارد گویا از ان نوع خارج ست و از
خواص و فضائل آن نوع محروم با وجود این تفاوت در نفس انسانیت زیادتی و نقصان
راه نمی یابد- و نمی توان گفت که آن انسانیت قابل زیادتی و نقصان ست والله سبحانه
الملهم للصواب- و ایضاً گویند که مراد از تصدیق ایمانی نزد بعض تصدیق منطقی ست که
شامل ظن و یقین ست برین تقدیر زیادتی و نقصان را در نفس ایمان گنجایش گشت لیکن صحیح
آنست که مراد از تصدیق ایمانی یقین و اذعان قلبی ست نه معنی عام که شامل ظن هم بود-
امام اعظم گوید انا مؤمن حقا و امام شافعی گوید انا مؤمن ان شاء الله تعالی- فی
الحقیقت نزاع ایشان لفظی ست مذهب اول باعتبار ایمان حال ست و مذهب ثانی باعتبار
مآل و عاقبت کار اما تحاشی از صورت استثنا اولی و احوط ست- کما لا یخفی علی المنصف
اور امام رازی شافعی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے لو کان الایمان عبارة عن المعرفة
والاقرار لما قبل الزیادة اور پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں والمعرفة والاقرار لا یقبلان

التفاوت۔ اور علامہ عینی شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین قال الامام هذا البحث
لفظی لان المراد بالایمان ان کان هو التصدیق فلا یقبلهما وان کان الطاعات
فیقبلهما فکل ما اقام من الدلیل علی ان الایمان لا یقبلهما فهو مصروف الی
اصل الایمان وکل ما دل علی ان الایمان یقبلهما فهو مصروف الی الکامل
وهو مقرون بالعمل۔ اور درر ازهر مین لکھا ہے۔ ان الایمان لا یزید ولا
ینقص من حیث اصل التصدیق والاذعان الا انه یقوی ویضعف من جهة
الیقین۔ اور رد المعقول مین لکھا ہے کہ تحقیق نفس ایمان کم وبیش نہین ہوتا نزدیک
عام حنفیہ کے لیکن فرق اوسمین باعتبار قوت اور ضعف کے ہے اسلیے کہ ایمان عبارت ہے
تصدیق قلبی سے کہ حد اذعان کو پہونچ جائے اور اوسمین زیادتی اور کمی متصور نہین حتی کہ
جسکو حقیقت تصدیق کی حاصل ہوجائے خواہ وہ عبادت کرے خواہ گناہ تصدیق اوسکی
برحال خود باقی رہیگی اوسمین کچھ تغیر نہین آتا اور دلیل ہماری قول جناب باری ہے واذ قال
ابراهیم رب ارنی کیف تحیی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن
قلبی۔ یعنے جسوقت کہا ابراہیم نے اے رب میرے دکھا مجکو تو مردے کو کیسے زندہ کرتا ہے
کہا کیا تو ایمان نہین لایا۔ کہا ابراہیم نے ایمان تو لایا ہون مگر دل کا اطمینان چاہتا ہون پس
اگر ایمان زیادتی اور نقصان قبول کرتا تو جواب ابراہیم کا ولکن لیزید ایمانی ہوتا یعنے
مگر اسلیے کہ زیادہ ہوجائے ایمان میرا پس قول ابراہیم کا لیطمئن قلبی دلیل یقینی ہے
اسپر کہ نفس ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم۔ البتہ اطمینان سے تصدیق اصلی کو تقویت ہوتی
ہے۔ اسیطرح قول اللہ تعالے کا اولئک کتب فی قلوبهم الایمان۔ یعنے یہی ہین
جنکے دلون مین حق تعالے نے ایمان ثابت کردیا ہے اور ظاہر ہے کہ ثبت زیادہ اور کم
نہین ہوتا۔ علی هذا القیاس قول رسالتمآب کا حدیث ابو سعید مین جو نہی عن المنکر مین وارد ہے
وذلک اضعف الایمان۔ دلالت کرتا ہے اسپر کہ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے اور نہ کم

لیکن قوی اور ضعیف ہو جاتا ہے جیسا کہ مذہب حنفیہ کا ہے انتہیٰ - اب معترض صاحب عبارات سابقہ کو بامعان نظر ملاحظہ فرمائیں اور انصاف کے ساتھ کچھ فہم سے بھی کام لیں اور اپنے کُل دلائل کا جواب بطور اختصار سن لیں کہ اگر ایمان میں اعمال صالحہ بھی معتبر ہیں تو اوسکی زیادت ونقصان میں ہمیں کلام نہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ امام اعظمؒ مطلقاً ایمان کے کم وبیش ہونے کی نفی فرماتے ہیں محض خلاف ہے - اور اگر ایمان کے معنے تصدیق قلبی یا تصدیق مع الاقرار لیے جائیں تو کمی بیشی اگر ممکن ہے تو باعتبار قوت وضعف کے نہ اصل تصدیق یا اقرار کی حیثیت سے پس نزاع لفظی ہونا ظاہر ہے - اور جو لوگ تصدیق کی زیادت ونقصان کے قائل ہیں اگر اونکی مراد باعتبار قوت وضعف ہے تو ہمارے خلاف نہیں اور اگر نفس تصدیق میں اسکے قائل ہیں تو اونکا قول ہرگز صحیح نہیں - **قال المعترض** - یہ بھی یاد رہے کہ اسیوجہ سے اکثر آپکا اجتہاد خلاف کتاب وسنت واقع ہوا دیکھو غسالہ وضو بدلیل شرعی وبمذہب راجح نجس نہیں اور امام اعظمؒ کے نزدیک نجس ہے - **اقول** - سبحان اللہ آپنے مثال کیا معقول دی ہے جناب عالی حسب روایت مشہور جناب امام کے نزدیک بھی آب مستعمل پاک ہے کذا فی المحیط وغیرہ اور کتاب ذخیرۃ العقبیٰ میں ہے قال القاضی الفاضل الزاہدی نقلاً عن استاذہ فقد صحت الروایات عن الکل سوی الحسن ان الماء المستعمل طاہر وعلیہ الفتوی ہے بلکہ صاحب ذخیرہ نے قاضی القضاۃ ابو حازم عبد الحمید عراقی کا یہ قول نقلاً عن التحفہ نقل کیا ہے - ارجو ان لا یثبت روایۃ النجاسۃ فیہ عن ابی حنیفۃ اور عمدۃ الرعایہ میں ہے اعلم انہ رُویت عن ابی حنیفۃ فیہ ثلث روایات احدھا انہ نجس مغلظا رواہ الحسن بن زیاد واخذ بہ وسندہ ھو القیاس علی کون مال الصدقۃ مطھرا محرما علی بنی ھاشم مع الاحادیث الدالۃ علی خروج الخطایا بالماء و ثانیھا انہ نجس مخففۃ رواہ ابو یوسف واخذ بہ فان للبلوی تاثیرا فی تخفیف النجاسۃ و ثالثھا انہ طاہر رواہ محمد و اخذ بہ وعلیہ الفتوی کما فی النہایۃ المختصر جب

بحث غسالہ وضو

حسب روایت مشہور آب مستعمل جناب امام کے نزدیک بھی پاک ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے
تو معترض صاحب کا اکثر اجتہادات جناب امام کو خلاف کتاب و سنت قرار دیکے ایسی معقول
مثال پیش کرنا آپکے کمال فہم و فراست پر دال ہے۔ **ثم قال** شعرانی نے امام اعظم و امام
ابو یوسف کا کشف انکے نجاست غلیظہ ہونے پر بیان کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم
نے چند مرتکبین کبائر کے غسالۂ وضو میں گناہوں کو بجدہ گرتے دیکھا ناظرین پر مخفی نرہے کہ یہ
کشف دو وجہ سے خلاف ہے اول یہ کہ اقوال سلف سے ثابت ہے کہ وضو وغیرہ سے
صغائر معاف ہوتے ہیں نہ کبائر۔ **اقول** یہ قول عموماً صحیح نہیں کیونکہ وقت نہونے صغائر کے
علما کو وضو وغیرہ کی وجہ سے تخفیف کبائر سے انکار نہیں۔ دیکھو نووی نے شرح صحیح مسلم میں
لکھا ہے۔ صہ۱۲۱ وقد یقال اذا کفر الوضوء فماذا تکفر الصلوة واذا کفرت الصلوة
فماذا تکفر الجمعات و رمضان وکذلک صوم یوم عرفة کفارة سنتین وصوم یوم عاشوراء
کفارة سنة واذا وافق تامینه تامین الملائکة غفر له ما تقدم من ذنبه والجواب
ما اجاب به العلماء ان کل واحد من هذه المذکورات صالح للتکفیر فان وجد
ما یکفره من الصغائر کفره وان لم یصادف صغیرة ولا کبیرة کتب به حسنات
ورفعت به درجات وان صادفت کبیرة او کبائر ولم یصادف صغیرة رجونا
ان یخفف من الکبائر۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جس نے
اچھی طرح وضو کیا اوسکے کل صغائر معاف ہو جاتے ہیں تو مثلاً ایک شخص نے وضوے کامل کیا
اور بفحواے احادیث اوسکے کل صغائر معاف ہو گئے اوسکے بعد پھر اوسنے وضوے کامل کیا
تو جب وضوے کامل میں خداے پاک نے یہ فضیلت رکھی ہے کہ ایک دفعہ کرنے سے
کل صغائر معاف ہو جاتے ہیں تو کیا ایسی حالت میں کہ کل صغائر معاف ہو چکے ہیں کبیرہ تھا تھا
اگر نہیں تو کیا وضو کی برکت سے اوسمیں کچھ بھی تخفیف نہوگی۔ کوئی آیت یا حدیث ایسی نہیں
جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وضوے کبائر کچھ بھی معاف نہیں ہوتے۔ اور حدیث میں جو آیا ہے

كانت كفارة لما قبلها من الذنوب ما لم يؤت كبيرة ۔ اسکا مطلب یہ کہ جب تک انسان کبیرہ کا مرتکب نہین ہوا ہے وضو سے کل گناہ معاف ہو جاتے ہین اور اگر کبیرہ کا مرتکب ہو جاتا ہے اوسوقت کل گناہ معاف نہین ہوتے یا تو صغائر معاف ہو جاتے ہین کبیرہ رہجاتا ہے کیونکہ وضو کا اتنا اثر نہین کہ صغائر اور کبائر دونون معاف کرادے ۔ یا صغائر رہجاتے ہین کبیرہ چونکہ عظیم الشان ہے وضو سے پہلے اوسمین تخفیف ہوتی ہے ۔ الحاصل جب تک آدمی کبیرہ کا مرتکب نہین ہوتا وضوے کامل سے کل گناہ معاف ہو جاتے ہین اور اگر کبیرہ کیا تو کل معاف نہین ہوتے صغائر معاف ہوئے تو کبیرہ رہجاتا ہے اور اگر کبیرہ معاف ہو گیا تو صغائر رہگئے جب کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہین کہ وضو سے کبائر کچھ بھی معاف نہین ہوتے تو اللہ تعالے کی رحمت واسعہ کو تنگ کرنے کی کیا ضرورت ۔ اب مین کہتا ہون کہ گناہون مین اسقدر سیاہی ہے کہ ترمذی وغیرہ کی حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حجر اسود دودھ سے بھی کہین زیادہ سفید تھا مگر بنی آدم کے گناہون نے اوسکو سیاہ بنا دیا ۔ اس حدیث سے یہ بات نکلی گو نظر نہ آئے مگر درحقیقت اجساد و قلوب بنی آدم گناہون سے سیاہ ہو جاتے ہین ۔ کیونکہ جب پتھر کا یہ حال ہے تو گوشت و پوست کا کیا پوچھنا جب یہ سُن چکے تو مین نے مانا کہ جمیع سلف قائل ہین کہ وضو سے کبائر کچھ بھی معاف نہین ہوتے اور حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے مگر کیا یہ ممکن نہین کہ جسطرح آدمی کے بدن سے آفتاب کی سیاہی دور ہو جاتی ہے اور آفتاب کا وجود عالم مین رہتا ہے اسیطرح گناہ تو باقی رہے مگر اوسکی سیاہی جسد سے دور ہو جائے تو اب سنو کہ صحیح مسلم مین ہے عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه قال اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر اليها بعينيه مع الماء او اخر قطر الماء فاذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة كان بطشتها يداه مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل رجليه خرجت كل خطيئة مشتها رجلاه مع الماء او مع اخر قطر الماء حتى يخرج نقيا من الذنوب يعني

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مومن وضو کرتا ہے تو جب وہ منہ دہوتا ہے تو آنکھون کے جتنے گناہ ہین سب کے سب پانی کے ساتھ نکلجاتے ہین اور جب ہاتھون کو دہوتا ہے تو ہاتھونکے سب گناہ پانی کے ساتھ خارج ہوجاتے ہین اور جب پاؤن دہوتا ہے تو پاؤن کے سب گناہ پانی کے ساتھ نکل جاتے ہین یہان تک کہ پاک و صاف ہوجاتا ہے۔ وفی الصحیحین من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ اب ہین آپکو ایسا نکتہ بتاتا ہون جو یہ خیال قدس مین کبھی گذرا ہوگا اور نہ غالباً کسی کتاب مین دیکھا ہوگا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ یہ تو ثابت ہوچکا کہ اجساد و قلوب گناہون سے سیاہ ہوجاتے ہین بقرینہ بعض الفاظ ان احادیث کا مطلب یہ ہوا کہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہر گناہ کی سیاہی بدن سے نکلکر آب وضو کے ساتھ بہجاتی ہے اور بفحواے حدیث تبلغ الحلیۃ من المؤمن حیث یبلغ الوضوء رواہ مسلم۔ جہان جہان وضو کا پانی پہونچتا ہے وہ عضو چمکنے لگتا ہے۔ رہے نفس گناہ وہ بھی عفو ہو گئے یا نہین یعنے ہنوز مستحق عذاب ہے یا نہین تو دوسرے احادیث کے ملانے سے یہ بات نکلی کہ جبتک کبیرہ نہین کیا ہے اسی وضو کی برکت سے وہ بھی سب کے سب معاف ہوجاتے ہین اور اگر کبیرہ کا مرتکب ہوا تو سب تو نہین بعض معاف ہوجاتے ہین صغائر معاف ہوگئے تو کبیرہ رہگیا۔ اور اگر کبیرہ مین تخفیف ہوئی تو صغائر رہگئے۔ دیکھیے حدیث اپنے عموم پر بھی رہی اور سلف کے خلاف بھی نہوا اور مطلب نہایت دلچسپ نکل آیا۔ فالحمد للہ علی ذلک **ثم قال** ص۱۲۔ اگر وضو سے کبائر کا معاف ہونا ثابت ہوجائے تو حدود و قصاص جو بعض کبائر کے لیے ہین بیکار ہوجائین۔ **اقول** ماشاء اللہ فہم و فراست ہو تو ایسی ہو اجتہاد ہو تو ایسا ہو۔ اگر کبائر کے معاف ہوجانے سے حدود و قصاص بھی معاف ہوجایا کرین تو ملاحظہ ہو کہ توبہ سے تو بالاتفاق کبائر معاف ہوجاتے ہین اگر کوئی زنا کرے یا قتل نفس کرے پہر توبہ کرے تو کیا حد جاری نہوگی قصاص نہ لیا جائیگا ذرا انصاف کیجیے کہ آپکی یہ تقریر مضحکہ طفلان نہین ہے تو کیا ہے۔ جناب عالی یہ معرکہ علم و استعداد کے

نذ جولانگاہ فیسوار ان معترض صاحب نے جناب امام رحمۃ اللہ علیہ کے اوس کشف کے بطلان
کی جو وجہ اول بیان کی تھی وہ تو ہباءً منثورًا کی طرح اوڑ گئی رہی وجہ ثانی اوسکی بھی خبر لی جاتی ہے
**ثم قال** ص۱۵ ثانی یہ کہ دلیلون سے غسالہ کا پاک ہونا ثابت ہے۔ منتقی الاخبار مین ہے
(باب طہارۃ الماء المتوضا بہ) عن جابر بن عبد اللہ قال جاء رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یعودنی وانا مریض لا اعقل فتوضأ وصبّ وضوءہ علیّ وعن
حذیفۃ بن الیمان ان رسول اللہ علیہ وسلم لقیہ وھو جنب فحاد عنہ فاغتسل
ثم جاء فقال کنت جنبا فقال ان المسلم لا ینجس رواہ الجماعۃ الا البخاری و
الترمذی ۔ انتھی ۔ نیل الاوطار مین ہے استدل الجمھور الخ ۔ **اقول** ان دونون
حدیثون مین سے کوئی حدیث غسالۂ وضو کی طہارت پر دال نہین ۔ اسلیے کہ پہلی حدیث کا
مطلب یہ ہے کہ جابرؓ بیمار تھے اور غش مین پڑے تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عیادت
کےلیے تشریف لائے آپنے وضو کیا پھر اپنا آب وضو اونپر ڈالدیا ۔ اسمین یہ کہان ہے کہ جس
پانی سے آب اعضا دھو چکے تھے وہی غسالہ آپنے اونپر بہایا ۔ کتب احادیث مین وضو بمعنی
فضل وضو بکثرت موجود ہے چنانچہ نسائی نے اسی حدیث کو باب الانتفاع بفضل الوضوء
کے تحت مین ذکر کیا ہے ۔ اور فضل وضو کا اطلاق بقیہ آب وضو پر ظاہر ہے ۔ پس غسالۂ
وضوے نبوی کا حکم اور حدیثون سے جو کچھ ثابت ہو مگر یہ حدیث مفید مدعا نہین ۔ اور اگر
بالفرض غسالۂ وضو بھی مراد لیا جائے تو بھی کچھ حرج نہین کیونکہ غسالۂ وضو کی نجاست کی وجہ
تو یہ کہی گئی ہے کہ اوسمین گناہون کی آلایش رہتی ہے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو
معصوم تھے آپکے غسالۂ وضو مین گناہون کا میل کیون ہونے لگا جو نجس قرار پائے ۔ دیکھیے
قاضی شوکانی کے نیل الاوطار کی تحریر اپکو کچھ بکار آمد ہوئی وفوق کل ذی علم علیم رہی
دوسری حدیث اوسکا مضمون یہ ہے کہ حذیفہؓ جنب تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اونسے
ملے وہ ٹل گئے اور بعد غسل کے حاضر ہوئے اور بولے کہ مین جنب ہوگیا تھا اسلیے ٹلگیا تھا

اب نہاکر حاضر ہوا آپنے ارشاد فرمایا کہ مسلم نجس نہین ہوتا ہے۔ اس حدیث مین تو غسالۂ وضو کا
پتا تک نہین ہے۔ قاضی شوکانی نے نیل الاوطار مین صاحب منتقی الاخبار کی طرفسے وجہ استدلال
جو یہ بیان کی ہے کہ جب مسلم نجس نہین ہوتا تو بمجرد مماست کے غسالہ وضو کی نجاست کی کوئی وجہ
نہین۔ یہ توجیہ محض ناقص ہے کیونکہ مس ذکر مین بھی یہ تقریر چل جائیگی اور ہاتھ دہونا لغو
ٹھہر جائیگا۔ اب ملاحظہ طلب یہ بات ہے کہ جناب امام کا کشف نجاستِ غسالہ کے متعلق نہین
بلکہ بات یہ ہے کہ حدیثون سے گناہون کا خارج ہونا ثابت ہوا اور بسر باطن کی آنکھون سے
آبِ وضو کے ساتھ دنس ذنوب کو گرتے بھی دیکھا۔ پھر آپنے اجتہاد کیا تو بقول بعض روایت
نجاست غسالہ کے قائل ہوئے۔ اب غور فرمائیے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ ان حدیثون سے
ہر غسالۂ وضو کی پاکی ثابت ہے تو بھی حضرت معترض کو کچھ مفید نہین کیونکہ آپنے دعویٰ
یہ کیا کہ یہ کشف ہی باطل ہے اور اوسی کے بطلان پر آپنے یہ حدیثین پیش کین اور ان سے
ثابت کیا کرنے لگے کہ غسالۂ وضو طاہر ہے اس سے تو غایۃ مافی الباب خطاے اجتہاد
ثابت ہوتی ہے نہ خطاے کشف۔ افسوس آپنے اتنا بھی خیال نہین کیا کہ دعویٰ کیا ہے
اور دلیلون سے نکلتا کیا ہے۔ اور اگر علامہ شعرانی کی تحریر سے آپ یہ سمجھے ہین کہ جناب امام کو
نجاست غسالہ کا کشف ہوا تھا جیسا کہ آپکی تحریر سے نکلتا ہے تو مین بجز اسکے اور کیا کہون
کہ اللہ تعالےٰ ہر کسی کو ایسی صاف عبارت کی نافہمی سے بچائے جسکو دیکھکر مبتدیان فن بھی ہنس
پڑین۔ معترض کا جواب باصواب تو ہو چکا اب یہ بھی سُنلو کہ بعض روایت مین جناب ائمہ سے
جو نجاست کا حکم مروی ہے اوسکو بعضون نے یون تطبیق دی ہے کہ نجاست کا حکم
اہل کشف کے حق مین ہے۔ عامۂ مسلمین کے لیے طہارت ہی کا حکم ہے۔ چنانچہ علامۂ شعرانی
نے میزان کبریٰ مین لکھا ہے فالاول خاص باھل الکشف من العلماء والصالحین
والثانی خاص بعامۃ المسلمین۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ حتی الوسع غسالۂ وضو سے
احتیاط اولیٰ ہے چنانچہ امام شعرانی نے اپنے شیخ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ الاولی لکل مقلد

مدت رضاعت

ان یجتنب غسالۃ الماء المستعمل۔ **ثم قال** صفحہ ۱۶ اور دیکھو مدت رضاعت تمام ائمہ
کے نزدیک بدلیل آیت حولین کاملین دو برس ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اڑہائی
برس ہے۔ حملہ وفصالہ ثلثون شہرا مین مذہب امام اعظم پر جمع ہونا حقیقت ومجاز
کا لازم آتا ہے وھو کما تری۔ علاوہ اسکے دونون آیتون مین تعارض لازم آتا ہے فتدبر
اسی طرح بہتیرے مجتہدات امام اعظم علیہ الرحمہ کے خلاف کتاب وسنت ہین۔ چونکہ اسکا بسط
یہان بے موقع ہے لہذا اسیقدر پر اکتفا کیا گیا۔ **اقول**۔ ع ز فرق تا بقدم ہر کجا
کہ می نگرم + کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست ۞ جناب عالی آپنے یہ کہان سن لیا
کہ بجز امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تمام ائمہ کے نزدیک مدت فصال دو برس ہین۔ دور کیون
جائیے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی دو برس سے زیادہ رضاعت جائز ہے انکے
نزدیک ایک روایت مین دو برس دو مہینے اور ایک روایت مین دو برس ایک مہینہ اور
ایک روایت مین کچھ حد نہین جبتک لڑکے کو دودہ کی حاجت ہو پلا سکتے ہین۔ جب معلومات
اقدس کا یہی حال ہے تو خدا ہی حافظ۔ ہر کیف امام اعظمؒ وغیرہ کے نزدیک اگر آیۂ والوالدات
یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ
لَہٗ رِزْقُھُنَّ وَکِسْوَتُھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۝ سے حرمت رضاعت بعد حولین ثابت نہین ہوتی
تو اونکا اجتہاد بہت صحیح ہے سباق وسیاق سے خوب روشن ہو جاتا ہے کہ یہان حرمت
رضاعت کا پتا تک نہین۔ یہان تو زوج اور زوجہ مطلقہ کے معاملات کا ذکر ہے۔ مطلب یہ ہے
کہ اگر زوج چاہے کہ زوجہ مطلقہ پر جبتک اوسکا حق استرضاع بالاجرۃ ثابت ہے بچے کو دودہ
دودہ پلایا کرے تو ایسی حالت مین والدہ رضیع کو دو برس تک دودہ پلانا ضرور ہے اور
زوج پر اوسکا نفقہ واجب ہو۔ دو برس کے بعد اوسکا حق جاتا رہا۔ ان آیتون سے یہ کہان
نکلتا ہے کہ مان اپنے بچے کو تبرعا بھی دو برس سے زیادہ دودہ نہین پلا سکتی۔ حاشیہ
بیضاوی مین ہے۔ والحاصل یرضعن لمن اراد من الاباء ان یتم الرضاعۃ بالاجرۃ

فھذا لا یقتضی ان انتہاء مدۃ الرضاعۃ مطلقاً بالحولین۔ اور تفسیر احمدی مین ہے
وبالحقیقۃ لیس ہو حجۃ لھم فیما ذھبوا الیہ من عدم زیادۃ الرضاع علی حولین
لانہ قید لوجوب ارضاع الوالدۃ ولدھا یعنی ان لیس الواجب علی الوالدۃ
ارضاع ولدھا عند العذر الا حولین کاملین والزیادۃ تبرع منھا الخ اور تفسیر کشاف
مین ہے فان ارادا فصالا عن تراض منھما وتشاور فلا جناح علیھما فی ذلک زادا
علی الحولین او نقصا وھذہ توسعۃ بعد التحدید ۔ **الحاصل** آیۂ حولین کاملین
سے اگرچہ بادی النظر مین یہی سمجھا جاتا ہے کہ بعد حولین رضاعت حرام ہے اور اسی سبب سے
اکثر ائمہ دو ہی برس کے قائل ہوئے مگر جن علما نے خوب غور کیا جیسے امام اعظم اور امام مالک
اور امام زفر وہ خوب سمجھ گئے کہ ہرگز اس آیت کو حرمت رضاعت سے کچھ علاقہ نہین۔ رہی
آیت حَمْلُہٗ وَفِصَالُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا۔ جسکی نسبت لوگون کا یہ خیال ہے کہ مذہب امام
اعظم پر درست نہین ہو سکتی۔ کیونکہ اگر یہ کہیے کہ ہر ایک کی مدت تیس تیس مہینے ہین تو فصال کا
اڑہائی برس ہونا تو نکلا مگر اسکے ساتھ ہی اکثر مدت حمل کا بھی اڑہائی برس ہونا ثابت ہو گیا حالانکہ
امام صاحبؒ کے نزدیک مدت حمل دو ہی برس ہین۔ اور اگر یہ کہیے کہ مجموع حمل وفصال کی
مدت تیس مہینے ہین تو یہی صورت قرار پائیگی کہ چھ مہینے اقل مدت حمل کے اور دو برس اکثر
زمانۂ رضاعت کے ہین اور ان دونون کے ملانے سے تیس مہینے ہوتے ہین۔ المختصر پہلی
صورت مین حمل کا مسئلہ غلط ٹھہرتا ہے اور دوسری صورت مین رضاعت کا مسئلہ باطل
ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ تقریر بظاہر دلپذیر ہے مگر ذرا جائے غور ہے کہ یہ کوئی حدیث نہین جسکی
نسبت یہ گمان ہو کہ جناب امام کو نہ پونہچی۔ یہ تو آیت قرآنی ہے نظر سے گذرنا چہ معنی وارد
ضرور اسکے معانی سمجھنے مین کما حقہ اجتہاد کیا ہو گا اور ہر پہلو دیکھ لیا ہو گا پھر بھی جناب امامؒ
جو اسی کے قائل ہوئے کہ اکثر مدت حمل دو برس ہین اور اکثر مدت رضاعت اڑہائی برس
تو اسکی کوئی وجہ ضرور ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ بعض وجوہ استدلال جناب امامؒ ایسے غامض ہین

کہ لوگون کا وہان تک پہونچنا کچھ آسان نہین - علماے حنفیہ سے جہان تک ممکن ہوا اپنے
مدارک کے موافق جناب امام کی طرف سے وجوہ استدلال بیان کیے ہین - چنانچہ اس آیہ کریمہ
کے باب مین بعضون نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ کا بیان ہے
وہ چھ مہینے مان کے پیٹ مین رہے تھے اور دو برس تک دودھ پیا تھا - اسکی تشریح تفسیر کبیر مین
موجود ہے - غرض کہ یہ واقعہ خاص ہے نہ حکم عام - اور بعضون نے لکھا ہے کہ حمل سے
مراد حمل بالاکف ہے - اور بعضون نے لکھا ہے کہ اسمین حمل و فصال کی اقل مدت کا بیان ہے
اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور اقل مدت ارضاع حولین کاملین ہے - شرح قدوری مین لکھا ہے
انما ھو بیان لاقل مدۃ الفصال الا تری انہ فرق بین الحمل والفصال واراد اقل
مدۃ الحمل کذلک اراد اقل مدۃ الفصل - اور علامہ زیلعی نے شرح کنز مین لکھا ہے
کہ فصال سے مراد فصال استحقاق الاجرۃ عن الوالد ہے نہ فصال مدت رضاع - اور اگر اسکو تسلیم
کرلین تو یہ اقل مدت رضاع کا بیان ہے نہ بیان حرمت رضاع بعد الحولین کا - اور بعضون نے
لکھا ہے کہ چوبیس ۲۴ کو مجازاً ثلثون کہ سکتے ہین - چنانچہ تفاسیر مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم جب مبعوث ہوئے تھے تو حضرت ابوبکر چالیس ۴۰ برس سے کچھ کم تھے پھر بھی اونکی شان
مین قرآن پاک مین ہے بلغ اربعین سنۃ یہان اربعین کا اطلاق چالیس سے کم پر
مجازاً موجود ہے پس اوس آیت مین حمل و فصال مین سے ہر ایک کی مدت ثلثون شہراً
ہے - فصال کے لیے ثلثون شہراً بمعنی حقیقی ہے اور حمل کے لیے بمعنی مجازی جس سے
مراد چوبیس ۲۴ مہینے ہین کیونکہ حضرت عائشہ سے مروی ہے الولد لا یبقی فی بطن امہ
اکثر من سنتین - رواہ البیہقی وغیرہ - چونکہ اس تقریر مین ایک ہی لفظ مین حقیقت و
مجاز کے اجتماع کا وہم ہوتا ہے - علامہ شامی نے یہ جواب دیا ہے کہ ثلثون شہراً جو مذکور ہے
وہ فصالہ کی خبر ہے نہ حمل کی اور حملہ کی خبر ثلثون شہراً مقدر ہے جسکے معنے مجازاً
چوبیس ۲۴ مہینے ہین - پس اس تاویل سے لفظ واحد مین حقیقت و مجاز کا اجتماع لازم نہین آتا -

جب یہ تاویلات سُن چکے تو اب عرض یہ ہے کہ مین پہلے ہی کہہ چکا کہ جناب امامؒ کے بعض وجوہ استدلال بہت ہی دقیق ہین جنکو ظاہر یہ تو کیا بڑے بڑے علماے حقیقت شناس و فضلاے معرفت اساس بعض دفعہ نہین پا سکتے إِلَّا مَا شَاءَ اللهُ - تو سنو کہ اسی آیت سے حمل کی اقل مُدت چھہ مہینے اور اوسکی اکثر مُدت دو برس ہونا اور رضاعت کی مدت اڑھائی برس تک رہنا بلا تکلف ثابت ہے - ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا جو مذکور ہے وہی ہر ایک کی خبر ہے یعنے حمل کی مدت بھی تیس مہینے ہین اور فصال کی مُدت بھی تیس مہینے ہین - فصال مین تو کچھ دقت نہین - رہا حمل اوسکی توضیح یہ ہے کہ ولادت کے لیے کوئی مہینا معین نہین کوئی لڑکا چھہ مہینے مین اور کوئی سات مہینے مین اور کوئی آٹھ مہینے مین پیدا ہوتا ہے اور اکثر نو مہینے مین پیدا ہوتے ہین اور کوئی اس سے بھی زیادہ دن مین پیدا ہوتا ہے ہان اقل مدت چھہ مہینے ہین - اسیطرح اکثر مدت بھی کوئی نہ کوئی ضرور ہے اللہ تعالٰے نے حمل کی مدت اقل اور اکثر دونون کے مجموع کو ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا فرمایا ہے - یہ تو ظاہر ہے کہ اقل مدت چھہ مہینے ہین تو اس سے نکل آیا کہ اکثر مدت حمل چوبیس مہینے ہین جسکے دو برس ہوئے کیونکہ تیس مہینے سے جب چھہ مہینے نکل گئے تو چوبیس مہینے رہگئے - چنانچہ حضرت عائشہؓ کی اوس حدیث نے بھی اسکی تصریح کردی کہ اکثر مدت حمل دو برس ہین - اور چونکہ رضاعت کے لیے جانبِ اقل کوئی حد نہین مان باپ حسب مناسب دیکھین بچے کا دودھ چھڑا سکتے ہین لہذا صرف جانب اکثر کی حد ارشاد فرمائی - اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ لڑکا چھہ مہینے سے لیکر دو برس تک مین پیدا ہو جاتا ہے اور بعد پیدا ہونے کے اڑھائی برس تک دودھ پی سکتا ہے - اب انصافاً نہ دیکھو کہ جناب امامؒ کا مذہب کس خوبی کے ساتھ اسی آیت سے ثابت ہوگیا اور کوئی تکلف لازم نہ آیا - بخلاف ان اماموں کے جو بعد حولین حرمت رضاعت کے قائل ہین اونکو حمل کی اکثر مدت کو نظر انداز کرکے صرف اقل مدت کو لینا پڑا جس سے یہ کہنا پڑا کہ جب حمل

بیان نہین بلکہ اوس حمل کا بیان ہے جو قلیل الوقوع ہے۔ حالانکہ فصال کے اعتبار سے
حُسنِ عبارت ایکو مقتضی ہے کہ ہر حمل کا حال بیان ہوا ہے اور اگر یہ نہین تو حمل کثیر الوقوع
جو نو مہینے تک رہتا ہے اوسکا ذکر ہے۔ اور جناب امامؒ کی طرف سے جو اس آیت کا مطلب
ابھی بیان کیا گیا اوس سے صاف ظاہر ہے کہ حمل خواہ کثیر الوقوع ہو یا قلیل الوقوع اس
تحدید سے خارج نہین۔ اور نہ کہین تعارض ہوتا ہے اور نہ اجتماعِ حقیقت و مجاز لازم آتا ہے
اور نہ کچھ تکلف ہے۔ مگر چونکہ قطعی الدلالۃ نہین لہذا ہم کسی امام کی شان مین یہ گستاخانہ کلمہ نہین
کہہ سکتے کہ فلان نے قرآن کے خلاف کیا ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ اب وہ زمانہ
آیا کہ جو لوگ الف کے نام سے نہین جانتے وہ بھی بیدھڑک کہہ اوٹھتے ہین کہ بہتیرے مجتہدات
امام اعظم علیہ الرحمہ کے خلاف کتاب و سنت ہین۔ نعوذ باللہ من ذٰلک امام شعرانی نے
میزان کبریٰ مین لکھا ہے۔ فاترك یا اخی التعصب علی الامام ابی حنیفة و
اصحابه رضی الله عنهم اجمعین و ایاك و تقلید الجاهلین باحواله و ما كان
علیه من الورع والزهد والاحتیاط فی الدین فتقول ان ادلته ضعیفة
بالتقلید فتحشر مع الخسرین و تتبع ادلته كما تتبعناها تعرف ان مذهبه رضی الله
عنه من اصح المذاهب كبقیة مذاهب المجتهدین رضی الله عنهم و ان
شئت ان یظهر لك صحة مذهبه كالشمس فی الظهیرة لیس دونها سحاب
فاسلك طریق اهل الله تعالی علی الاخلاص فی العلم والعمل حتی تقف
علی عین الشریعة التی قدمنا ذکرها **قال المؤلف** مذاہب اربعہ خصوصًا مذہب
حنفی مین ہزارہا اولیاے کبار کہ مصداق العلماء ورثة الانبیاء ہین گزرے ہین
**قال المعترض** ص شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ حنبلی مذہب تھے اور آپکی ولایت
متفق علیہ ہے اور آپ تنہا ہزار ولی کے برابر ہین انشاء اللہ تعالے۔ تاج مکلل مین شیخ
عبد القادر جیلانی کے ترجمے مین آپکا قول نقل فرمایا ہے کہ آپنے فرمایا کہ لایکون للہ ولی

الا علی اعتقاد احمد بن حنبل۔ بطریق تنزل آپکے کلام سے اسقدر ضرور ثابت ہو
کہ اور مذہب کے ولی حنبلی المذہب کے ولی کو نہین پا سکتے۔ **اقول** اس فقرے کا اگر
یہی مطلب ہو کہ بجز حنبلی المذہب کے اور مذہب والے ولی نہین ہو سکتے تو معترض صاحب
جو چارون مذہب سے خارج ہین حسب قول شیخ جیلانی علیہ الرحمہ چاہیے کہ اونکے مذہب مین بھی کوئی ولی نہو
اولجھا ہے پاؤن یار کا زلف دراز مین لو آپ اپنے دام مین صیاد آگیا
آدمی مُنہ سے وہ بات نکالے کہ اپنی طرف کچھ آنچ نہ آئے اور لوگون مین ہنسا نجائے۔
بہر کیف حضرت شیخ علیہ الرحمہ کا مطلب یہ ہو نہین سکتا کہ جب تک آدمی ہر مسئلے مین امام احمد
کا ہم اعتقاد نہوگا تو ولی نہوگا کیونکہ یہ ظاہر البطلان ہے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی
وغیرہ حنبلی نہ تھے حضرت شیخ اونکی ولایت سے کیونکر انکار کر سکتے ہین۔ جناب من اسکا مطلب
یہ ہے کہ کوئی ولی ہو نہین سکتا جبتک اوسکو امام احمد حنبل کا اعتقاد نہوگا۔ اور یہ بہت صحیح
فرمایا ہے جو لوگ ائمہ دین سے بدعقیدے ہین وہ کیا خاک ولی ہونگے۔ عقل و فہم بھی
عجب نعمت الٰہی ہے۔ خدا کسیکو نافہم نہ بنائے۔ اور معترض صاحب نے جو بطریق تنزل
یہ فرمایا ہے کہ اور مذہب کے ولی حنبلی المذہب کے ولی کو نہین پا سکتے بالکل مضحکہ طفلان ہے
کیونکہ جاننے والے خوب جانتے ہین کہ ولایت کے بہت سے درجے ہین جس حنبلی نے
ابھی ولایت کے درجے مین قدم رکھا ہے وہ اوس غیر حنبلی سے کیونکر بڑہ جائیگا جو ولایت
کے کئی درجے طے کر چکا ہے۔ حق یہ ہے کہ آپ بیچارے کیا جانین کہ ولایت کیا چیز ہے
اور ولی کسکو کہتے ہین۔ **قال المولف** حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ایک
مکتوب مین تحریر فرماتے ہین۔ بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ میشود کہ نورانیت این مذہب
حنفی بنظر کشفی در رنگ دریاے عظیم مے نماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض وجداول بنظر
می درآیند الخ۔ **قال المعترض** کشف حجج شرعیہ سے نہین ہے الخ **اقول** جو کشف
حجج شرعیہ کے خلاف ہو وہ تو بیشک مقبول نہین مگر جو کشف کہ خلاف نہین اوسکے قبول کرنے

مین کیا عذر ہے - دیکھیے آپ ہی کے نواب صاحب ریاض المرتاض ص۲۲ مین لکھتے ہین "کشف اولیا و الہام
شان موجب علم ظنی ست الی قولہ پس عمل کردن موافق کشف و الہام جائز ست اگر مخالف قرآن
و حدیث و اجماع و قیاس صحیح جلی نباشد **ثم قال** ثانیا جناب شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین
مین یون فرماتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را تامل کردم کہ بسوے کدام یک مذہب
ازین مذاہب فقہ میل دارد تا ہمان مذہب را تابع و متمسک شوم ناگاہ ہمہ مذاہب نزد وے
صلے اللہ علیہ وسلم یکسان ست الخ - **اقول** جناب شاہ ولی اللہ رح کے کشف کا خلاصہ یہ ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جمیع مذاہب فقہیہ ایکسان ہین - اور یہ کشف حضرت
مجدد علیہ الرحمہ کے کشف کے کچھ خلاف نہین یہ ممکن نہین کہ ایک چیز دریا کی طرح ہو اور دوسری
چیزین اوسکے آگے حوضون اور نہرون کے مانند ہون اور انسان کا میل ہر جانب یکسان ہو
اور اگر بالفرض یہ کشف حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے خلاف ہے تو حضرت مجدد وہی کے کشف کو
ترجیح ہوگی کیونکہ شاہ ولی اللہ مرحوم اور حضرت مجدد مین وہی فرق ہے جو ذرہ و آفتاب مین
ہوتا ہے - اسکے علاوہ حضرت مجدد کا کشف امام شعرانی شافعی رح کے کشف کے موافق ہے -
دیکھو وہ میزان کبریٰ ص۲۱ مین لکھتے ہین - وقد تقدم ان اللہ لما منّ علیّ بالاطلاع علی
عین الشریعۃ رایت المذاہب کلہا متصلۃ بہا و رایت اطول الائمۃ جدولا
الامام اباحنیفۃ ویلیہ الامام مالک ویلیہ الامام الشافعی ویلیہ الامام
احمد بن حنبل الخ دیکھو حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے مذہب حنفی کو دریاے عظیم کے
رنگ مین دیکھا اور مذاہب باقیہ کو اوسکے آگے حیاض و انہار کی طرح پایا اور امام شعرانی نے
امام ابوحنیفہ کے مذہب کو نہر بزرگ پایا اور باقی ائمہ کے مذہب کو چھوٹی چھوٹی نہرون کے
مانند دیکھا غرضکہ دونون کا مآل ایکسا ہے - پس اس اعتبار سے بھی حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے
کشف کو ترجیح ہوئی - دیکھیے آپکے نواب صاحب ریاض المرتاض ص۲۱ مین لکھتے ہین "اگر یک
کشف بر دو کس منکشف شدہ و دیگر کشف بر یک کس منکشف شدہ کشف دو کس اولی بقبول ست

لکن وقت کشف اگر مردے اقوی تر شد کشف قوی بہتر باشد از کشف جماعت و حکم الہام ہمچون کشف ست علوی مرتبہ کشفہائے مجدد الف ثانی دریافت باید کرد کہ از سرچشمۂ صحو سر زدہ و کاہے مخالف شرع نیفتادہ بلکہ بیشتر را شرع مؤید ست" حضرت معترض صاحب دیکھیے آپکے جناب نواب صاحب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حق مین کیا فرماتے ہین - اب بھی چشم حق بین کھولیے اور اپنے خیالات فاسدہ سے باز آئیے - **ثم قال** صفحہ ۲۹ ثالثاً اگر کشف اور منام حجت ہو تو منام ابوجعفر محمد بن احمد الترمذی الحنفی ثم الشافعی کا بھی حجت ہوگا - ابن خلکان نے وفیات الاعیان مین انکے ترجمہ مین انکے منام کو یون ذکر کیا ہے وکان یقول تفقہت علی ابی حنیفۃ فرایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد المدینۃ عام حججت فقلت یا رسول اللہ قد تفقہت بقول ابی حنیفۃ افاخذ بہ قال لا فقلت افاخذ بقول مالک بن انس فقال خذ منہ ماوافق سنتی فقلت افاخذ بقول الشافعی فقال ماہو بقولہ الا انہ اخذ بسنتی ورد علی من خالفہا قال فخرجت فی اثر ہذہ الرؤیا الی مصر وکتبت کتب الشافعی انتہی بقدر الحاجۃ - **اقول** سلمنا تو معترض صاحب کی دیانت دیکھو اپنے مطلب کی بات تو لیلی اور جو امر خلاف تھا اوسکو چھوڑ دیا - اوسی ابن خلکان نے ابوجعفر محمد بن احمد کے حق مین یہ بھی لکھدیا ہے وکان قد اختلط فی آخر عمرہ اختلاطاً عظیماً - جس سے ثابت ہو کہ وہ بزرگ آخر عمر مین مخبوط الحواس ہو گئے تھے عقل مین بڑا فتور آگیا تھا - اور یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص ایسا ہوگیا ہو جبتک یہ ثابت نہو کہ یہ روایت قبل از فتور اونسے مروی ہے اوسکی روایت مقبول نہین - اسکے علاوہ اس منام کے اور بھی جواب ہین مین اون سبکو نظرانداز کرکے یہ کہتا ہون کہ اس خواب مین مذہب حنفی کی برائی کا تو کچھ ذکر نہین البتہ اتنا ہے کہ اونہون نے فقہ حنفی کو پڑھا تھا خواب مین آنحضرت صلعم سے اوسپر عمل کرنے کو پوچھا آپنے اجازت ندی - اور مذہب شافعی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی کسی مصلحت خاص سے حنفی کا شافعی ہوجانا کچھ منع تو ہے نہین - ممکن ہو کہ اونکے لیے

کسی وجہ سے شافعی المذہب ہونا اچھا ہوگا۔ اسی سبب نے آپنے مذہب شافعی کی تعریف بیان فرماکر اوسی کے اخذ کی ہدایت فرمائی۔ بعض شافعیہ کو بھی خواب مین کسی اور مذہب کی طرف منتقل ہونے کی ہدایت نبوی ہوئی ہے۔ دیکھو علامہ محمد بن ناصر جو پہلے شافعی المذہب تھے اونکے ترجمے مین آپکے جناب نواب صاحب تاج مکلل ص۱۳۰ مین لکھتے ہین۔ وخالط الحنابلة ومال الیهم وانتقل الی مذهبهم لمنام رای فیه النبی صلی الله علیه وسلم ثم قال ص مجدد رضی اللہ عنہ نے دو باتین اور لکھی ہین چونکہ پوری عبارت کے لکھنے مین طوالت تھی لہذا اوسکا حاصل لکھ کے جواب دیا جاتا ہے۔ اول یہ کہ اکثر اہل اسلام حنفی المذہب ہین یہ بھی وجہ ترجیح اس مذہب کی ہے۔ ثانی یہ کہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے مخالفین اونکو اہل رائے کہتے ہین امر اول ظاہر البطلان ہے اقول معترض صاحب کے فہم و فراست کی تعریف کرون یا آپکی دیانت کی داد دون۔ مسلمانو حضرت معترض نے چالاکی سے اصل عبارت نہین لکھی ہے دیکھو حضرت مجدد علیہ الرحمہ جنکے حق مین خدا بخشے نواب صدیق حسن خان تقصار ص۱۱۰ مین یون لکھتے ہین "شیخ احمد سہرندی قدوۂ اخیارست و زبدۂ مقربین ابرار امام ربانی ست و مجدد الف ثانی ذات وی آیتے بود از آیات الٰہی و نعمتے بود از نعمتہاے ربانی" انتہی ملخصاً۔ اور جنکے مکتوبات کی نسبت ص۱۱۱ مین لکھتے ہین کہ "این مکتوبات اصول عظیمہ ست از براے وصول بمنازل معرفت و قبول طالب صادق و سالک راغب را در ہیچ وقتے از اوقات از مطالعۂ آن بے نیازی حاصل نیست"۔ اور جنکے کشف کی نسبت ریاض المرتاض ص۱ مین یون لکھتے ہین کہ "گاہے مخالف شرع نیفتادہ۔ وہی بزرگ اپنے مکتوبات جلد ثانی مکتوب پنجاہ و پنجم مین یون لکھتے ہین حضرت عیسٰے علے نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول کہ متابعت این شریعت خواہد نمود و اتباع سنت آنسرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام خواہد کرد نسخ این شریعت مجوز نیست نزدیک ست کہ علماے ظواہر مجتہدات اورا علے نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت و غموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند۔ مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی ست کہ برکت

ورع و تقوی و بدولت متابعت سنت درجۂ علیا در اجتهاد و استنباط یافته است که دیگران در فهم آن عاجز اند و مجتهدات او را بواسطۂ دقت معانی مخالف کتاب و سنت دانند و او را و اصحاب او را اصحاب رای پندارند کل ذلک لعدم الوصول الی حقیقة علمه و درایته و عدم الاطلاع علی فهمه و فراسته - امام شافعی مگر شمۂ از دقت فقاهت او علیه الرضوان دریافت که گفت الفقهاء کلهم عیال ابی حنیفة - وای از جرأتهای قاصر نظران که قصور خود را بدیگری نسبت نمایند

قاصرے گر کند این قافله را طعن قصور
حاش لله که برآرم بزبان این گله را
همه شیران جهان بستۂ این سلسله اند
روبه از حیله چسان بگسلد این سلسله را

و بواسطۂ همین مناسبت که بحضرت روح الله دارد تواند بود آنچه خواجه محمد پارسا در فصول ستہ نوشته است که حضرت عیسی علی نبینا و علیه الصلوة و السلام بعد از نزول بمذهب امام ابی حنیفه عمل خواهد کرد یعنی اجتهاد حضرت روح الله موافق اجتهاد امام اعظم خواهد بود نه آنکه تقلید این مذهب خواهد کرد علی نبینا و علیه الصلوة و السلام که شان او علی نبینا و علیه الصلوة و السلام از ان بلند تر است که تقلید علمای امت فرماید - بی شائبۂ تکلف و تعصب گفته میشود که نورانیت این مذهب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریای عظیم می نماید و سائر مذاهب در رنگ حیاض و جداول بنظر می در آیند و بظاهر هم که ملاحظه نموده می آید سواد اعظم از اهل اسلام متابعان ابی حنیفه اند علیهم الرضوان - و این مذهب با وجود کثرت متابعان در اصول و فروع از سائر مذاهب متمیز است و در استنباط طرق علحده دارد - و این معنی منبی از حقیقت است - عجب معامله است امام ابو حنیفه در تقلید سنت از همه پیش قدم است و احادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند شایان متابعت می داند و بر رای خود مقدم میدارد - و همچنین قول صحابه را بواسطۂ شرف صحبت خیر البشر علیه و علیهم الصلوة و التسلیمات بر رای خود مقدم می دارد - و دیگران نه چنین اند مع ذلک مخالفان او را اصحاب رای میدانند و الفاظیکه منبی از سوء ادب اند باو منتسب میسازند با وجود آنکه همه بکمال علم و وفور ورع و تقوی او معترف اند - حضرت حق

سبحانہ وتعالیٰ ایشان را توفیق دہاد کہ آزارِ راسِ دین و رئیسِ اسلام نہ نمایند و سوادِ اعظم اسلام را ایذا نکنند۔ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھہم۔ جماعہ کہ این اکابرِ دین را اصحابِ رائے میدانند اگر این اعتقاد دارند کہ ایشان بہ رائے خود حکم میکردند و متابعت کتاب و سنت نمی نمودند پس سوادِ اعظم از اہلِ اسلام بزعم فاسد ایشان ضال و مبتدع باشند بلکہ از جرگۂ اہل اسلام بیرون بوند۔ این اعتقاد نکند مگر جاہلے کہ از جہلِ خود بیخبر ست یا زندیقے کہ مقصودش ابطالِ شطرِ دین ست۔ ناقصے چند احادیث چند را یاد گرفتہ اند و احکامِ شریعت را منحصر در آن ساختہ ما ورائے معلوم خود را نفی می نمایند و آنچہ نزد ایشان ثابت نشدہ منتفی میسازند ؎

| | |
|---|---|
| چو آن کرمے کہ در سنگے نہان ست | زمین و آسمانِ او ہمان ست ✤ |

وائے ہزار وائے از تعصبہائے باردِ ایشان و از نظرہائے فاسد ایشان۔ بانیٔ فقہ ابو حنیفہ رض ست و سہ حصہ از فقہ او را مسلم داشتہ اند و در ربع باقی ہمہ شرکت دارند۔ در فقہ صاحب خانہ اوست و دیگران ہمہ عیال وے اند۔ با وجود التزام این مذہب مرا با امام شافعی گویا محبت ذاتی ست۔ و بزرگ میدانم لہذا در بعضے اعمالِ نافلہ تقلید مذہب او می نمایم۔ اما چہ کنم کہ دیگران را با وجود وفورِ علم و کمالِ تقویٰ در جنب امام ابی حنیفہ رح در رنگ طفلان می یابم انتہیٰ کلامہ۔ معترض صاحب نے اسی عبارت مذکورہ کا خلاصہ لکھا ہے۔ بھلا انصافاً دیکھیے کہ اسمین یہ کہان ہے کہ اکثر اہلِ اسلام حنفی المذہب ہین اس وجہ سے بھی اس مذہب کو ترجیح ہے۔ حضرت مجدد رح تو یہ فرماتے ہین کہ کشف صحیح سے روشن ہوتا ہے کہ مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح ہے اور اوسکے آگے اور مذاہب حوضوں اور نہروں کے مانند ہین اور ظاہر مین بھی امام اعظم رح ہی کے اتباع بکثرت نظر آتے ہین جو لوگ امام ابو حنیفہ رح اور انکے اتباع کو طعن سے اہل رائے کہتے ہین اسلام کی بھاری جماعت کو گویا گمراہ خیال کرتے ہین اور بُرا بھلا کہہ کے سوادِ اعظم اسلام کو ایذا پہونچاتے ہین۔ معترض صاحب کچھ تو خدا سے شرمایئے کہ اصل عبارت نہ لکھنا اور مطلب گھڑ کے اعتراض جمانا کونسی دیانت ہے

آپنے جُہلا کی فریب دہی کے لیے چالاکی تو کی مگر آخر کسکا پردہ کھُل گیا اور کسکو ندامت
حاصل ہوئی۔ اب آپ اپنی حرفت کا اقرار کیجیے اور اگر یہ نہین تو نافہمی عبارت کا اظہار فرمائیے
جناب عالی چھوٹا مُنہ بڑی بات اکابر سے اُولجھنے کا نتیجہ یہی ہے کہ طفل دبستان تک نہین
اور علم و فہم کی داد دین **ثم قال** اور کثرت شیوع مذہب حنفی کی یہ ہے کہ اکثر سلاطین حنفی المذہب
گذرے ہین اور بفحواے الناس علےٰ دین ملوکھم رعایا بھی حنفی ہوتی تھی پس کثرت
مذہب حنفی کی من وجہ السلاطین ہوئی بخلاف مذاہب ثلاثہُ باقیہ کہ اونکی کثرت محض من تائید
رب العالمین ہوئی۔ **اقول** یہ محض افترا ہے آجتک کسی ذی فہم نے یہ نہین لکھا کہ چونکہ اکثر
سلاطین حنفی المذہب گذرے ہین رعایا بھی حنفی المذہب ہوگئی۔ ہان حجۃ اللّٰہ البالغہ صفحہ ۱۵۱ مین
شاہ ولی اللّٰہ نے لکھا ہے وکان اشہر اصحابہ ذکرا ابو یوسف فولی قضاء القضاۃ
ایام ھارون الرشید فکان سببًا لظہور مذہبہ فی قطار العراق وماوراء النہر
غالبًا خوش فہمی سے آپکا ماخذ یہی ہے حالانکہ اسکا مطلب صاف ہے کہ امام ابو یوسف
رحمہ اللّٰہ ذکر مسائل جناب امام مین مشاہیر تلامذہ سے تھے جب قاضی ہوئے اور مسائل استاد
کو ظاہر کرنے لگے تو لوگ آپ کے مسائل سے خوب واقف ہوگئے اور اقطار عراق و ماوراء النہر
مین آپکا مذہب جاری ہوگیا۔ اسکو الناس علیٰ دین ملوکھم سے کیا علاقہ معترض صاحب
اگر قول کے سچے ہین تو ثابت کر دکھائین کہ قبل شیوع مذہب حنفی اکثر سلاطین حنفی المذہب
گذرے ہین۔ اللّٰہ رے تعصب کہ حنفیون کی کثرت تو من جہ السلاطین قرار پائے اور مذاہب
ثلاثہ باقیہ من تائید رب العالمین۔ اچھا صاحب حنفیت مین رعایا کی کثرت تو من جہ السلاطین
قرار پائی سلاطین کی کثرت آخر کس وجہ سے ہوئی۔ حضرت اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ معرکہ
علم و استعداد ہے نہ جولانگاہِ نیسواران۔ **ثم قال** ثانی امر بھی باطل ہے اسلیے کہ اکابر
امت نے جنپر دارِ مدار صحت حدیث ہے آپکو اہل راے کہا ہے **اقول** اہل الرای کا استعمال
دو طرح ہے ایک تو بمعنی صاحبِ عقل سلیم جسکی تعریف جابجا قرآن و حدیث سے نکلتی ہے

دوسرے بمعنی خود راے جسکی مذمت ثابت ہے۔ اکابر اُمت نے جناب امام کو جو امام اہل الرائے وغیرہ کہا ہے تعریف کے مقام مین کہا ہے یعنے عقلا کے امام۔ اور مخالفین نے جو اہل الرائے کہا ہے وہ طعن سے کہا ہے حضرت مجدد نے ایسے ہی لوگون کی خبر لی ہے سباق و سیاق اسپر دال ہین۔ پس جو حضرات ایسے ہین کہ جناب امام کو خود راے جانتے ہین وہ بلاشک نہایت ہی بُرے ہین۔ جناب مجدد ہی پر کیا موقوف ہے۔ اکثر علما کی تحریر سے ثابت ہے کہ مخالفون نے جناب امام کو طعن سے اہل الرائے کہا ہے دیکھو قطب ربانی امام شعرانی میزان کبریٰ ملا مین لکھتے ہین ولا عبرة لکلام بعض المتعصبین فی حق الامام ولا بقولهم انه من جملة اهل الرای بل کلام من یطعن فی هذا الامام عند المحققین یشبه الهذیانات۔ یعنے بعض متعصبین نے جناب امام کے حق مین جو کچھ کلام کیا ہے نہ اوسکا کچھ اعتبار ہے اور نہ اون لوگون کے اس قول کا کچھ اعتبار ہے کہ جناب امام اہل الرائے سے تھے بلکہ جو لوگ اونکے حق مین طعن کرتے ہین محققین کے نزدیک اونکی باتین هذیانات کے مشابہ ہین۔ معترض صاحب بگوش ہوش سنیے کہ راعنا کے معنی بُرے نہ تھے مگر یہود کچھ اور معنی لیکر حقارت سے آپکو راعنا کہتے۔ اللہ تعالےٰ نے آیت لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا (یعنی ہمارے چرواہے ۱۲) نازل فرمائی۔ پس جو لوگ جناب امام سے بدظن ہین اور اونپر طعن کیا کرتے ہین جب وہ طعن سے یہ لفظ استعمال کرینگے تو عند الناس بھی ضرور قابل مواخذہ ٹہرینگے۔ اور اونکا یہ عذر قابلِ سماعت نہوگا کہ اکابرین نے بھی آپکو امام اہل الرائے کہا ہے ع

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد۔ **ثم قال** میزان الاعتدال مین ہے النعمان بن ثابت بن زوطی ابو حنیفة الکوفی امام اهل الرای ضعفه النسائی من جهة حفظه و ابن عدی و اخرون انتهی۔ **اقول** اس عبارت کو معترض استدلال مین پیش کرنا ہرگز صحیح نہین۔ کیونکہ یہ بلاشک الحاقی ہے دیکھو مجدد العصر استاذنا مولانا محمد عبدالحی مرحوم غیث الغمام مین اس عبارت کی نسبت لکھتے ہین ان هذه العبارة لیست لها اثرفی

بعض النسخ المعتبرۃ علی ما رأیتہا بعینی یعنے بعض معتبر نسخون مین جنکو مین نے دیکھا ہے
اس عبارت کا کچھ پتا نہین ہے - اور بہت بڑی دلیل اسکے الحاقی ہونے پر یہ ہے کہ علامہ
عراقی نے شرح الفیۃ الحدیث مین لکھا ہے لکنہ ذکر فی کتاب الکامل کل من تکلم
ای ابن عدی ١٢
فیہ وان کان ثقۃ وتبعہ علی ذلک الذہبی فی المیزان الا انہ لم یذکر احدا من
الصحابۃ والائمۃ المتبوعین - یعنی لیکن ابن عدی نے اپنی کتاب کامل مین کل متکلم فیہ کو
ذکر کیا ہے گو وہ ثقہ ہو - اور ذہبی نے اپنی میزان مین ابن عدی کی پوری پیروی کی ہے
مگر اتنا فرق ہے کہ ذہبی نے کسی صحابی کو اور ائمہ متبوعین مین سے کسی امام کو ذکر نہین کیا ہے
اور سخاوی نے فتح المغیث مین لکھا ہے لکنہ التزم ان لا یذکر احدا من الصحابۃ ولا
الائمۃ المتبوعین - یعنے لیکن ذہبی نے التزام کیا ہے کہ میزان مین نہ کسی صحابی کو لکھونگا
اور نہ ائمہ متبوعین مین سے کسی امام کو ذکر کرونگا - اور علامہ سیوطی نے تدریب الراوی مین
لکھا ہے لم یذکر احدا من الصحابۃ والائمۃ المتبوعین - یعنے ذہبی نے کسی صحابی اور
کسی امام متبوع کا حال نہین لکھا ہے - آپ ملاحظہ فرمایئے کہ یہ تینون محدث جو نقاد فن تھے
جنکی نظر سے خدا جانے کتنی دفعہ میزان الاعتدال گذری ہوگی کس زور شور سے لکھ رہے
ہین کہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین کسی امام متبوع کو ذکر ہی نہین کیا ہے - پس معلوم ہوا کہ جن
نسخے مین یہ عبارت ہے بلاشک الحاقی ہے - اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حاشیہ کو لوگ غلطی سے اصل
کتاب کی عبارت سمجھکر داخل کر لیتے ہین چنانچہ میر قطبی کا حاشیہ جو علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی سے
ہے چھاپنے والون نے جابجا اوسکی عبارت میر قطبی مین داخل کر دی ہے اور عبارت ایسی
مربوط ہوگئی ہے کہ پتا نہین چلتا کہ یہ عبارت حاشیہ کی ہے - میر قطبی یا حاشیہ عبدالحکیم کے صحیح
نسخون کے دیکھنے سے اس اشتمال کی حقیقت کھل جاتی ہے - اسی طرح کسی صاحب نے
میزان الاعتدال کے حاشیے پر یہ عبارت لکھی ہوگی کاتبون نے اصل کتاب کی عبارت سمجھکر
داخل میزان کر لی - یا قصدا کسی ناعاقبت اندیش نے حسد سے اسکو ملحق کر دیا ہے

المختصر

یہ عبارت الحاقی ہے اسکو معرض استدلال مین پیش کرنا ہرگز صحیح نہین - **ثم قال** ص۲۱ بلکہ بخاری
نے کتاب الضعفا مین لکھا ہے کان مرجیا سکتوا عن رایہ وعن حدیثہ - **اقول**
بخاری کی کتاب الضعفا ہنوز چھپی نہین اور اسکے نسخے نادر الوجود ہین مین نے بہت تلاش
کی ہندوستان کے نامی کتبخانے بھی اس کتاب سے خالی ہین - معترض صاحب نے توخواب
مین بھی نہ دیکھی ہوگی - بعضون نے اس عبارت کو بخاری کی طرف منسوب تو کیا ہے مگر کتاب
کا حوالہ نہین دیا خدا جانے معترض صاحب کو کیونکر پتا ملگیا کہ بخاری کی کتاب الضعفا کی عبارت
ہے جسطرح آپکے اور حوالے محض جھوٹ ثابت ہوئے عجب نہین کہ یہ بھی اوسی قبیل سے
ہو - اور اگر بالفرض یہ حوالہ صحیح ہے تو ہم کیونکر مان لین کہ امام ابوحنیفہ رح کے حق مین لکھا ہے
اس عبارت مین تو جناب امام کا کچھ ذکر نہین ممکن ہے کہ کسی اور کے حق مین لکھا ہو - مگر
خوش فہمی سے جناب امام کے حق مین سمجھے - بہرکیف کتاب الضعفا کے جس مقام کی یہ
عبارت ہے معترض صاحب وہانکی پوری عبارت بلاکم وکاست بحوالہ مقام نقل کرکے
دکھائین اوسوقت ہمسے اسکا جواب باصواب لین - سردست اسکا یہی جواب کافی ہے
کہ کان کا اسم مذکور نہین - ہم کیونکر تسلیم کرلین کہ امام اعظم رح کے حق مین لکھا ہے - جب آپ
پوری عبارت نقل کرکے پیش کرینگے اوسوقت دیکھا جائیگا - مگر اتنی بات ملازمان اقدس کے
گوش گذار رہے کہ جناب امام عالی مقام کیطرف ارجا کا انتساب محض اتہام بیجا ہے دیکھو
علامہ ابن الاثیر جزری جامع الاصول مین جناب امام رح کی نسبت بعد مناقب کثیرہ لکھتے ہین
وقد نسب الیہ وقیل عنہ من الاقاویل المختلفۃ التی نجل قدرہ عنہا
ویتنزہ منہا من القول بخلق القرآن والقول بالقدر والقول بالارجاء وغیر
ذلک مما نسب الیہ ولا حاجۃ الی ذکرہا ولا الی ذکر قائلہا والظاہر انہ
کان منزہا عنہا - یعنی امام ابوحنیفہ رح کی طرف چند اقوال مختلفہ جنسے اونکی کسر شان
ہوتی ہے منسوب کیے گئے ہین جیسے وہ خلق قرآن کے قائل تھے - قدری تھے -

نفی ارجاء از جناب امام رح

مرجی تھے اسی طرح اور باتین بھی اونکی طرف منسوب کی گئی ہین جنکے ذکر کی کچھ حاجت نہین
اور نہ اسکی کچھ ضرورت ہے کہ کسنے منسوب کیا ہے اور یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ وہ ان باتون
سے بالکل پاک تھے ۔ اور علامہ بن حجر مکّی نے خیرات الحسان مین لکھا ہے فقد قال ابن
عبد البر کان ابو حنیفة یُحسد وینسب الیہ ما لیس فیہ ویُختلق علیہ ما
لا یلیق بہ ۔ یعنی ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ حسد کیے جاتے تھے جو باتین اونمین نہ تھی
حسد سے اونکی طرف منسوب کیے جاتے تھے ۔ اور جس امر کے وہ لائق نہ تھے وہ اونپر بہتان
باندھا جاتا تھا ۔ **ثم قال** اسی طرح سرخیل اولیا نے غنیة الطالبین مین انکو منجملہ مرجیہ کے گنا ہے
اگرچہ بعض نے اس ارجار کی تاویل کی ہے ۔ **اقول** یہ محض افترا و بہتان ہے ۔ غنیة الطالبین
مین ہرگز کہین نہین کہ امام ابو حنیفہ فرقۂ مرجیہ سے تھے لا حول ولا قوة الا باللہ کیا آپ اصحاب
ابی حنیفہ اور ابو حنیفہ کے معنے ایک ہی جانتے ہین ۔ جناب عالی غنیہ مین اور ہی لوگونکی نسبت
ارجار کا حکم مذکور ہے ۔ دیکھو غنیہ صفحہ ۲۳ مین ہے ۔ واما المرجیة ففرقھا اثنی عشر فرقة الجھمیة
والصالحیة والشمریة والیونسیة والیونانیة والنجاریة والغیلانیة والشبیبیة
والحنفیة والمعاذیة والمریسیة والکرامیة ۔ یہان جو حنفیہ کو فرقۂ مرجیہ سے گنا ہے
تو خود غنیہ مین اسکی توجیہ یون لکھی ہے ۔ واما الحنفیة فھم بعض اصحاب ابی حنیفة
النعمان بن ثابت ۔ یعنے حنفیہ کون کہ ابو حنیفہ رحمة اللہ علیہ کے بعض اصحاب ۔ بس ظاہر
ہو گیا کہ تاویل تو در کنار اس عبارت مین جناب امام کے بعض ساتھیون کے مرجی ہونے
کا ذکر ہے نہ کہ خود جناب امام کو مرجیہ سے گنا ہے ۔ ہان جناب بحث تو یہ تھی کہ اہل الرائے کا
لقب جناب امام کے حق مین کیسا ہے آپنے جو بے محل ارجا کی بحث دہر گھسیٹی مضحکۂ اطفال
کے علاوہ بغض و عداوت نہین ہے تو کیا ہے ۔ آپکی چالاکی دیکھیے کہ آپنے ارجار کا حکم تو
صاف صاف لکھدیا مگر اس خیال سے کہ کوئی یہ اعتراض نکرے کہ آپکے نواب صاحب نے
دلیل الطالب صفحہ ۱۹۶ مین یہان ارجار کے تو اور کچھ معنے بیان کیے ہین ۔ آپنے دبی زبان

افترائے معترض

یہ بھی کہدیا کہ اگرچہ بعض نے اس ارجاء کی تاویل کی ہے جناب من اس تحریر سے آپکی برات نہین ہوسکتی - اگر کوئی شخص کسی صحابی کی برائیان لکھے کہ فلان فلان نے لڑائی مین یسا کیا اور ویسا کیا اگرچہ بعض نے اسکی تاویل کی ہے - تو کیا اس کہنے سے وہ ماخوذ نہوگا جناب عالی اولاً ملازمان اقدس کی تحریف مسلمانی و دیانت کے خلاف ہے ثانیاً ایسی عبارت جس سے ناحق کسر شان ہوتی ہو اوسکو نقل کرنا عوام کو بہکانا ہے - آپ کو قیامت مین خدا کو مُنہ دکھانا ہے یا نہین آپ وسوقت اس تحریف و تضلیل کا کیا جواب دینگے - ؎ حشر مین تجھسا جفا کار و خدا سا منصف ❊ دل سا انصاف طلب اور شہادت میری ❊ یہ یاد رہے کہ اگر قیامت تک مخالفین جناب امام رح خاک چھانین گے تو جناب امام رح پر کچھہ حرف نہین آسکتا اور بقول علامہ شعرانی طعن کرنے والون ہی کا قول ہذیانات سے سمجھا جائیگا - **ثم قال** اور علم حدیث مین تو وہ نزدیک جملہ محدثین کے قوی نہین بلکہ ضعیف ہین - **اقول** یک نشد دو شد دیکھو شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب مین لکھا ہے - قال محمد بن سعد سمعت یحیی بن معین یقول کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظه اور علامہ ابن حجر مکی نے خیرات الحسان مین سفیان کا یہ قول نقل کیا ہے - کان ثقةً صدوقاً فی الفقه والحدیث ماموناً علی دین اللّٰه - اور علی بن مدینی کا یہ قول نقل کیا ہے هو ثقة لا باس به - جناب معترض صاحب آپنے یہ کیا ستم کیا کہ بے دھڑک لکھدیا کہ جملہ محدثین کے نزدیک قوی نہین - دیکھیے یحیی بن معین اور سفیان اور علی بن مدینی جناب امام رح کے حق مین کیا فرماتے ہین - اب انسے بڑھکے نقاد رجال کون ہوگا - رہی بعضون کی تضعیف وہ جرح مبہم ہے نہ مفسر - تعدیل ثقات کے مقابلے مین جرح مبہم کب قابل اعتبار ہے کما حقق فی اصول الحدیث - **ثم قال** شعرانی کہتے ہین ان عذر ابی حنیفة فی کثرة القیاس عدم بلوغ الاحادیث الصحیحة الیه فی زمنه انتهی - **اقول** یہ بھی افترا ہے شعرانی نے کہین یہ عبارت نہین لکھی - اگر آپ سچے ہین تو لکھیے کہ شعرانی کی

تضعیف جناب امام اعظم رح

کس کتاب مین کس جگہ یہ عبارت ہے - مگر مین خوب جانتا ہون کہ قیامت تک آپ انشاء اللہ تعالے
بتا نہ سکینگے - آپسے پہلے آپکے بعض ہم مشرب بھی اس قول کو شعرانی کی طرف منسوب
کر چکے ہین اور عجب نہین کہ آپنے وہین سے اُڑایا ہو مگر افسوس اتنا نہین خیال کیا کہ جب تصحیح
نقل طلب ہوگی تو قلعی کھل جائیگی - فاعتبروا یا اولی الابصار - **ثم قال** اہل حدیث
کا عقیدہ کچھ امام کے ساتھ بُرا نہین ہے - **اقول** جو لوگ درحقیقت اہل حدیث ہین وہ
جناب امام سے بدعقیدہ کیون ہونے لگے وہ تو جان و دل سے آپکے مداح ہین اور مخالفون
کو پاگل اور اونکی طعن و تشنیع کو ہذیانات تصور کرتے ہین مگر ایرے غیرے نتھو خیرے جو دو حرف
پڑھکر اہل حدیث بن بیٹھے ہین اونکے خیالات جناب امام عالی مقام کے حق مین جو کچھ ہین وہ
ظاہر ہین - عیان راچہ بیان - جناب عالی امام صاحب کو مرجی تک کہتے چلے جائیے پھر بھی
برارت ظاہر کیجیے اے سبحان اللہ ماشاء اللہ - ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند - **قال
المؤلف** ہمارے[1] حضرت فرماتے تھے کہ جو قرب امام اعظم کو اللہ تعالے سے نظر آتا ہے
کسی امام کو نہین اور امام بخاری و مسلم اونکے رُتبے کو نہین پاتے - **قال المعترض** کاش
اگر کتاب صحیح بخاری کو من اولہ الی آخرہ تعمق کی نظر سے دیکھ لیے ہوتے تو البتہ بخاری کے
علم اور فضل اور سرعت فہم اور جودت طبع اور دقت نظر کا اندازہ لگ جاتا اور یہ نفرماتے کہ بخاری
اور مسلم اونکے رتبے کو نہین پاتے - **اقول** اگر ہم تسلیم بھی کرلین کہ امام بخاری کا علم جناب امام
اعظم کے علم سے بڑھا ہوا تھا تو جاے غور ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ نے امام اعظم کے قرب الٰہی
کی نسبت ارشاد فرمایا ہے نہ علم کی نسبت اور قرب الٰہی زیادت علم پر کچھ موقوف نہین بعض
کم علم ایسے مقرب بارگاہ الٰہی ہوجاتے ہین کہ بڑے بڑے ذی علم اونکی گرد کو نہین پہونچتے
پس آپکی یہ تقریر آپکے علم و استعداد و فہم خداداد پر دال ہے **ثم قال** زیادت علم بخاری
و مسلم علم امام ابو حنیفہؒ پر ایک ایسی چیز ہے جسکا کوئی شخص انکار نہین کرسکتا - **اقول** یہ آپکا
اور آپکے ہمصفیرون کا خیال خام ہے جو لوگ زمانۂ نبوی سے جسقدر زیادہ قریب اور علم کے

[1] یعنی پیر و مرشد اعلیٰ حضرت قطب الاقطاب حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب مدظلہ

طالب تھے اونکو اوتنا ہی زیادہ علم تھا۔ آنحضرت صلعم کے زمانے کے بچے بچے سیکڑون حدیثین جانتے تھے اسیطرح تابعی اور تبع تابعی علی قدر مراتب اونکو علم تھا۔ جناب امامؒ سنۃ مین پیدا ہوئے تھے اوسوقت بیشمار تابعی اور بعض صحابہ زندہ تھے۔ آپنے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جو جلیل القدر صحابی تھے دیکھا تھا چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین لکھا ہے رأی انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم علیہم الکوفۃ۔ یعنے امام ابوحنیفہ نے کئی دفعہ انس بن مالک کو دیکھا تھا کیونکہ وہ کوفے مین جہان ابوحنیفہؒ وغیرہ کا مکان تھا گئے تھے جب جناب امام ایسے متبرک زمانے مین تھے تو اونکے احادیث جاننے کا کیا ذکر۔ البتہ جناب امامؒ تحدیث مین بہت احتیاط رکھتے تھے قرآن وحدیث سے مسئلے استنباط کر کے لوگون کو بتادیا کرتے تھے۔ بخاری وغیرہ کی طرح کوئی حدیث کی کتاب خود نہین لکھی۔ اس سبب سے مخالفین امامؒ کو بہت کچھ موقع ملگیا۔ کوئی کہتا ہے کہ امام صاحب حدیث ہی نہین جانتے تھے کوئی لکھتا ہے کُل سترہ حدیثین جانتے تھے۔ جسکے جی مین جو آتا ہے کہدیتا ہے۔ امام بخاری اور مسلم کے علم وفضل کو کون مسلمان ہے جو نمانیگا۔ مگر گفتگو تو اسمین ہے کہ وہ جناب امام سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اگر آپ سچے ہین تو محدثین کبار وعلماے نامدار کا قول دکھایئے کہ بخاریؒ وغیرہ امام ابوحنیفہؒ سے علماً بڑھے ہوئے تھے۔ جناب عالی چشم حق بین کھولیے اور ملاحظہ فرمایئے کہ صحیح مسلم صفحہ ۳۱۲ مین ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ لو کان الدین عند ثریا لذھب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناولہ یعنے اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ابناء فارس مین سے ایک مرد پالیگا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ جو شخص اس حدیث کا مصداق ہوگا اوسکے علم وفضل کا کیا کہنا۔ دیکھیے امام ابوحنیفہ اصحاب صحاح ستہ یعنے بخاری مسلم ابوداود ترمذی نسائی ابن ماجہ یہ سب کے سب ابناء عجم سے تھے مگر علمانے اسکا مصداق امام ابوحنیفہؒ ہی کو ٹھیرایا ہے۔ دیکھو علامہ سیوطی شافعی جنکا فن حدیث مین ڈنکا بجتا ہے اس حدیث کی نسبت کہتے ہین ھذا اصل صحیح یعتمد علیہ

فی البشارۃ بابی حنیفۃ وفی الفضیلۃ التامۃ لہ۔ یعنے امام ابوحنیفہ اور اونکی فضیلت تامہ کی بشارت کے باب مین یہ حدیث صحیح معتمد علیہ ہے۔ علامہ ابن حجر مکی شافعی نے خیرات الحسان مین علامہ سیوطی کے بعض تلامذہ کا یہ قول نقل کیا ہے وما جزم بہ شیخنا ان الامام اباحنیفۃ ھوالمراد من ھذا الحدیث ظاھر لاشك فیہ لانہ لم یبلغ احد من ابناء فارس فی العلم مبلغہ۔ یعنی ہمارے اُستاد نے جو یہ جزم کیا ہے کہ اسکے مصداق امام ابوحنیفہ ہین بلاشک صحیح ہے کیونکہ ابناے عجم مین کوئی شخص اونکے مبلغ علم کو نہین پونہچا۔ معترض صاحب دیکھیے کہ یہ بزرگ ہآواز بلند کہ رہے ہین کہ ابناء فارس مین سے کوئی بھی امام ابوحنیفہ کے علم کو نہین پونہچا۔ پس آپکا یہ فرمانا کہ زیادت علم بخاری و مسلم علم امام ابوحنیفہ پر ایک ایسی چیز ہے جسکا کوئی شخص انکار نہین کرسکتا" ہباء منثور کی طرح اڑ گیا۔ اسیواسطے مین کہتا ہون کہ یہ معرکہ علم و استعداد نہ جولانگاہ **نی** سواران۔ **ثم قال** رہا قرب امام اعظم کا اللہ تعالےٰ سے سو اللہ ہی جانے ایسے محل مین کسی بزرگ کا کشف والہام حجت نہین ہوسکتا ہے جب تک کہ خدا و رسول حق مین کسی بندہ مقبول کے ایسی خبر نہ دین۔ **اقول** اسکا علم یقینی تو بیشک سوا اللہ کے کسیکو نہین مگر بطور ظن کے کشف سے آپکا مرتبہ ایسا ہی ثابت ہے۔ ولی را ولی می شناسد مثل مشہور ہے۔ اگر آپ خفا نہون تو مین آپسے پوچھون کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حق مین جو آپنے ص‍۲۱ مین یہ تحریر فرمایا ہے کہ آپ تنہا ہزار ولی کے برابر ہین۔ ذرا ارشاد ہو کہ خدا اور رسول نے تو کہین اونکے حق مین کہا نہین کہ وہ ہزار ولی کے برابر ہین یا وہ ولی ہین۔ اور کسی کی ولایت تو بچشم ظاہر نظر نہین آتی پھر آپکو کیونکر علم ہوگیا کہ وہ ولی بلکہ تنہا ہزار ولی کے برابر ہین فماھوجوابکم فھوجوابنا۔ **قال المؤلف** ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ آفاق رضی اللہ عنہ کے بھوپال مین نوکر تھے اوس زمانے مین کہ وہان کے نواب کو جنگ درپیش تھی۔ اثناے جنگ مین ایک سکھ نے اونکو بھالا مارا اونھون نے اوسیوقت حضرت شاہ آفاق کو یاد کیا آپنے اپنی پشت مبارک پر جھیل لیا اور وہ مرید بچگیا حضرت کی پشت مبارک سے خون

له یعنی حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ افضل ہین

ع۔ یعنی حضرت شاہ آفاق رضی اللہ عنہ کے مرید

روان ہوا وہان آپکے ایک مرید جو بہت شوخ تھے حاضر تھے باصرار استفسار کرنے لگے آخر
آپنے بیان فرما دیا اور بسم اللہ کر کے اپنی پشتِ مبارک پر ہاتھ پھیرا خون بند ہوگیا گویا زخم ہی
نہ تھا۔ **قال المعترض** یہ کرامت کئی وجہون سے صحیح نہین ہو سکتی۔ **اقول** آپنے عدمِ صحت
پر جتنے وجوہ قائم کیے ہین سب مضحکہ طفلانہ ہین کما سیجیٔ۔ **ثم قال** رح اولًا اسلیے کہ بیانِ
عنوان سے یہ ظاہر ہے کہ ضرب بھالے کا اوس مرید پر واقع ہوگیا تھا بعد اسکے اوس مرید نے
حضرت شاہ آفاق کو یاد کیا ہے اور حضرت شاہ آفاق نے اوسکو بچالیا۔ پس یہ بیان اول
بیان کے مخالف ہے۔ غرض ان دونون بیانون مین ایک جھوٹ ضرور ہے **اقول** مین
حیران ہون کہ آپکے علم و استعداد کی تعریف کرون یا فہمِ خدا داد کی داد دون۔ جناب من اگر
عنوانِ بیان کا مطلب یہی ہے کہ سکھ نے بھالا مارا اور زخم کارگر ہوگیا تو بیان مطلب یہ ہے
کہ حضرت شاہ آفاق قدس سرہ نے اوس زخم کو کرامت کے زور سے اپنی پیٹھ پر لے لیا اور
وہ مرید جان سے بچگیا۔ فرمایئے اب مطلب دلنشین ہوا یا نہین۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ
یہ مطلب طفلِ دبستان تک سمجھ سکتے ہین مگر آپ نہ سمجھے۔ **ثم قال** رح ثانیًا شدائد کے وقت
غیر خدا کو یاد کرنا شرک ہے الخ **اقول** شدائد کے وقت کیسکو دل مین یاد کرنا ہرگز کسی آیت
یا حدیث سے اوسکا شرک ہونا ثابت نہین۔ اگر کوئی غربت مین ہو اور مصیبت مین گرفتار ہو
او سوقت اگر اپنے ماں باپ بھائی عزیز آشنا کو یاد کرے تو کیا یہ شرک ہے۔ آپ یون کیون
نہین سمجھتے کہ اوس مرید نے اپنے شیخ کا تصور کیا اور حضرت شیخ کو من جانب اللہ اس واقعہ کا
کشف ہوگیا اور بحکم الٰہی بچالیا ع اینکہ میگویم بقدر فہم تست ٭ **ثم قال** رح پس اوس مرید
کا یاد کرنا حضرت شاہ آفاق کو شرک ہوا اور اعانت علی المعصیت بنصِ آیت منہی عنہ ہے پس
بمقتضائے ظن المؤمن خیرًا ہم اس اعانت کی نسبت حضرت شاہ آفاق کی طرف نہین
کر سکتے۔ **اقول** شرک کا نہونا تو مین پہلے ہی ثابت کر چکا۔ اب مین بطریق تنزل کہتا ہون
کہ مین نے مانا کہ اوس مرید نے اوسی قسم کی استعانت بغیر اللہ کی جو بلاشک شرک ہے مگر حضرت

شاہ آفاق رضی اللہ عنہ نے جو زخم کو اپنی پشت مبارک پر لے لیا تو اس سے اعانت علے
الشرک کیونکر ہوئی۔ شرک کا وجود تو قبل ہو چکا تھا۔ پھر اعانۃ علی الشرک چہ معنی دارد۔ حضرت
کچھ تو معقولات بھی پڑھ لیجیے کہ ذہن مین جودت آجائے پھر ایسی بات مُنہ سے نہ نکلے ہون
مگر مشکل تو یہ ہے کہ معقولات کے لیے بھی ذہانت شرط ہے۔ جناب عالی مین برابر کہتا چلا آتا
کہ یہ معرکۂ علم و استعداد ہے نہ جولانگاہ دنی سواران **ثم قال** ؏ تا اثنا ولیون مین اس قسم کے
تصرفات کی دلیل کتاب و سنت سے درکار ہے۔ الخ۔ **اقول** معترض صاحب کرامت
اولیا کے آپ منکر نہین۔ اور کرامت اوس خلاف عادت امر کے ظہور کو کہتے ہین جو اولیاء اللہ
سے صادر ہون۔ تو پھر آپکو ان کرامتون سے کیون انکار ہے۔ اس قسم کے تصرفات
سے کس قسم کے تصرفات مراد ہین جنکی دلیل آپ طلب کرتے ہین۔ جتنی کرامتین جناب مؤلف
نے اپنے رسائل مین لکھی ہین سب ممکن الوقوع ہین اور اس قسم کی ہزارون کرامتین اولیاء اللہ
و بزرگان دین سے منقول ہین۔ بیہقی نے روایت کی ہے۔ عن ابن عمر ان عمر ابن الخطاب
بعث جیشا و امّر علیہم رجلا یدعی ساریۃ قال فبینا عمر یخطب قال فجعل یصیح و
ھو علی المنبر یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل قال فقدم رسول
الجیش فسألہ فقال یا امیر المومنین لقینا عدونا فھزمونا وان الصایح لیصیح
یا ساریۃ الجبل فاسندنا ظھورنا بالجبل فھزمھم اللہ فقیل لعمر انک کنت تصیح
بذالک۔ یعنے ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جہاد کے لیے لشکر بھیجا اور ایک
شخص کو جسکا نام ساریہ تھا امیر لشکر بنایا۔ ایک روز حضرت عمرؓ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ منبر پر سے
پکارے یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل۔ اسکے بعد اوس لشکر سے
ایک قاصد آیا حضرت عمرؓ نے حال پوچھا اوسنے بیان کیا کہ دشمنون سے مقابلہ ہوا اور ہم
لوگون کو شکست ہوئی اتنے مین کوئی پکارنے لگا کہ یا ساریۃ الجبل۔ پس پہاڑ کی طرف
ہم لوگ ہٹ آئے اور اوسکی طرف اپنی پیٹھ کرلی اللہ تعالے نے اون لوگونکو شکست دیدی

پس حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ ہی تو یا ساریۃ الجبل پکارتے تھے - اور آپکے نواب صاحب
تقصار ص۱۸ مین شیخ عبداللہ ابدال کی نسبت لکھتے ہین "روزے بیمار بود الحانہ اورا دست در
بغل کردہ بر دہلیز خانہ نشانند و درون خانہ باز آمدند ہمان لمحہ دیدند کہ او غائب شد واثرے
از وے پیدا نگشت شیخ رزق اللہ گفتہ در گجرات رفتم از مردم ذکر او و ذکر دو سر ہاے او
بسیار شنیدم گفتم وے اینجا کجا آمد گفتند اکثر احوال اینجا می بود او بدہلی کجا رفت" - اور عین القضاۃ
ہمدانی کی نسبت اوسی تقصار ص۲ مین لکھتے ہین "آنقدر کشفِ حقائق وشرحِ دقائق کہ وے کردہ
کم کسے کردہ است واز وے خوارقِ عادات چون احیاء واماتت بظہور آمدہ" - المختصر
اس قسم کی ہزارون کرامتین کتابون مین درج ہین - جنابِ مؤلف نے جو جو کرامتین نقل کی
ہین جب اونمین سے کوئی خلاف قرآن وحدیث نہین تو تکذیب کی کیا وجہ **ثم قال** ص۵۳
ناظرین آجکل کے ولیون کا اندازہ ہمین سے کر لیوین کہ اگلے ولیون سے باوجودیکہ صدق
مقال واکل حلال کی پوری پابندی اونکو حاصل تھی اسقدر کرامتین اونسے منقول نہوئین
اور آجکل کے ولیون کا یہ حال ہے کہ نہ صدقِ مقال کی پابندی ہے اور نہ اکلِ حلال کی
بلکہ علانیہ سود کھائین اور گالی بکین اور پاس اہلِ دنیا کے دوڑ دوڑ کے جائین اور علم سے
بے بہرہ محض ہون مسائل ضروری عبادات ومعاملات پر بھی اطلاع حاصل نہو اور ساتھ
اسکے دعوئ ولایت کا کرین سچ ہے باوجود ارتکاب معاصی وفسق وفجور ولی ہونا یہ بھی ایک
کرامت ہے. ہمارے اس بیان سے اکثر کرامتون کا جواب ہوگیا - وللہ الحمد **اقول**
آپنے یہ جو درگھسیٹا ہے کہ "اگلے ولیون سے اسقدر کرامتین منقول نہین ہوئی ہین" محض
غلط اور سراپا ابلہ فریبی ہے. دیکھیے آپہی کے نواب صاحب حضرت مجدد الفِ ثانی کی
نسبت تقصار ص۱۰۶ مین لکھتے ہین "اطلاع بر خواطر وکشف ضمائر اونی صفتے بود از صفات وے
شمار خوارق وکرامات وے کہ در کتب منقول شدہ بہفت صد میرسد" - اور معترض صاحب
سراپا تہذیب نے جو آجکل کے ولیون کی طرف اکل ربوا وغیرہ کو منسوب کیا ہے خدا جانے

آپکو کس ولی کی صحبت ہوئی جو بیدھڑک ایسا کلمہ لکھدیا۔ آپ کیا جانین ہنوز لاکھون خدا کے بندے ایسے ہین جو منہیات شرعیہ سے حتی الوسع اجتناب کلی رکھتے ہین خصوصًا وہ حضرات جنکی کرامتین جناب مؤلف نے نقل کی ہین وہ لوگ تو نہایت ہی متبرک تھے۔ اور سب کو جانے دیجیے حضرت پیر و مرشد مدظلہ تو بفضلہ تعالے ابتک موجود ہین اونکے حالات سے تو ایک عالم واقف ہے۔ مجھے تو یقین ہے کہ آپکی شان مین یہ غیر مہذب فقرہ و افترا آمیز جملہ معترض صاحب کے ہم مشرب حضرات بھی پسند نکرینگے۔ ع از خدا خواہیم توفیق ادب ؛ بے ادب محروم ماند از فضل رب ؛ **قال المؤلف** ایک صاحب نے حضرت سے مسئلہ سماع کا پوچھا۔ آپنے فرمایا کہ اگر کوئی راستے سے گاتا ہوا نکل جاتا ہے مین بیتاب ہوجاتا ہون۔ **قال المعترض** ص۲۱ سوال و جواب مین مطابقت نہین ہے۔ سوال از آسمان و جواب از ریسمان اسی کا نام ہے۔ **اقول** حضرت مولانا مدظلہ نے الکنایۃ ابلغ من التصریح پر عمل کرکے کنایۃً جواب دیا ہے مگر معترض صاحب لطف کنایات کیا جانین۔ قرآن پاک مین ہے يَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ الآیۃ اس آیہ مین سوال تو اس سے ہے کہ کون سی چیز نفقہ دیجائے اور جواب مین مصرف نفقہ کا بیان ہے۔ عجب نہین کہ معترض صاحب کا کوئی ہم مادہ معاذ اللہ بول اوٹھے کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان اسیکا نام ہے۔ **قال المؤلف** ایک صاحب نے حضرت سے پوچھا کہ وقت کسی مشکل یا حاجت کے یا رسول اللہ کہنا کیسا ہے آپنے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین ایک نابینا آیا اور آنکھین چاہین آپنے جو دعا بتلائی اوسمین ہے یا محمد انی اتوجہ الیک الخ۔ اون صاحب نے عرض کیا کہ یہ بیان حضوری کا ہے آپنے فرمایا عثمان بن حنیف صحابی نے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایک شخص کو یہ دعا بتلائی تھی **قال المعترض** ص۲۲ وقت مشکل کے یا رسول اللہ صلعم کہنے سے کیا مطلب ہے الخ **اقول**

حضرت مولانا مدظلہ نے جو جواب دیا ہے اوسکا مطلب یہ ہے کہ عندالحاجۃ توسلاً واستغاثۃً
یارسول اللہ کہنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اونمین سے ضریر البصر والی حدیث ہے
جسکی تشریح یہ ہے کہ ابن ماجہ ص۱۰۰ مین ہے۔ عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر
اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ لی ان یعافینی فقال ان شئت
اخرت لك وھو خیر وان شئت دعوت فقال ادعه فامرہ ان یتوضأ فیحسن
وضوءہ ویصلی رکعتین ویدعو بھذا الدعاء۔ اللھم انی اسئلك واتوجه
الیك بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی قد توجھت بك الی ربی فی حاجتی ھذہ
لتقضی اللھم فشفعه فی۔ یعنے عثمانؓ بن حنیف سے مروی ہے کہ ایک مرد اندھا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے کہ میری آنکھین
اچھی ہو جائین آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تمکو دعا ہی
کرانا منظور ہے تو مجھے کچھ انماض نہین اوس اندہے نے کہا کہ آپ دعا کیجیے تب آپنے
حکم کیا کہ اچھی طرح وضو کرکے اور دو رکعت نماز ادا کرکے یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ
الخ۔ یعنے اے اللہ مین تجھسے سوال کرتا ہون اور بتوسل محمد نبی الرحمۃ کے تیری طرف متوجہ
ہوتا ہون یا محمد آپکے سبب سے مین اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہون تاکہ میری حاجت
پوری کردیجائے۔ یا اللہ میری اس حاجت کے باب مین آپکو مقبول الشفاعت بنا۔ انتہیٰ
یہ حدیث صحیح ہے۔ اور لوگون کی تصحیح کو جانے دیجیے خود ابن ماجہ مین ہے۔ قال
ابو اسحٰق ھذا حدیث صحیح۔ یہ حدیث ترمذی وغیرہ مین بھی باختلاف بعض الفاظ
مروی ہے۔ اس حدیث مین صاف مذکور ہے کہ آنحضرتؐ نے اوس اندہے کو جو دعا
تعلیم فرمائی تھی اوسمین یا محمد انی اتوجه بك بھی تھا جس سے ثابت ہے کہ عندالحاجۃ
یا محمد وامثال ذٰلک کہنا اور آپکو متوجہ کرنا درست ہے۔ کیونکہ اگر توجہ منظور نہوتی تو یہ دعا
بصیغۂ ندا وخطاب کیون تعلیم ہوتی۔ اسپر سائل نے حضرت مولانا مدظلہ سے یہ شبہ ظاہر کیا

کہ آنحضرت صلعم نے جو ضریر البصر کو یہ دعا تعلیم کی تھی تو آپ اوسوقت موجود تھے آپکے سامنے اگر یا محمد کہا تو کیا مضائقہ تب حضرت مولانا مدظلہ نے اس شبہے کو رفع فرمایا جسکی تشریح یہ ہے کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے اوس ضریر البصر کو غائبانہ یہ دعا پڑھنے کی تعلیم کی تھی۔ آپکے وصال کے بعد عثمانؓ بن حنیف صحابی نے جو اس حدیث کے راوی ہین یہی دعا ایک شخص کو بتائی تھی جس سے صاف ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم کا حضور کچھ ضرور نہ تھا طبرانی نے معجم کبیر مین روایت کی ہے۔ انہ کان رجل لہ حاجۃ عند عثمانؓ عفان وکان یختلف الیہ وعثمان لا یلتفت الیہ فلقی عثمان بن حنیف فشکی الیہ ذلک فقال توضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربک لیقضی حاجتی اللھم فشفعہ فیّ ففعل ذلک الرجل کذلک ثم اتی باب عثمانؓ بن عفان فجاء البواب واخذ بیدہ وادخلہ علی عثمانؓ بن عفان واجلسہ عثمان علی بساطہ وسأل منہ الحاجۃ وقضی لہ الحاجۃ وقالت ما کان لک حاجۃ فاذکرھا فسر ذلک الرجل وخرج من عندہ ولقی عثمانؓ بن حنیف وقال جزاک اللہ خیرا العلک قلت لعثمانؓ عفان فی حاجتی فقال واللہ ما کلمتہ الا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اذ جاءہ رجل ضریر واستمد بہ لبصارۃ بصرہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مثل ما قلت لک فعلمت منہ ان التوسل بہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم موجب قضاء الحاجات۔ یعنے ایک مرد حضرت عثمانؓ بن عفان کے پاس اکثر کسی حاجت کے لیے جایا کرتا تھا اور حضرت عثمانؓ بن عفان ملتفت نہوتے تھے اوسنے عثمانؓ بن حنیف سے اسکی شکایت کی عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وضو کر کے مسجد مین دو رکعت نماز پڑھکر یہ دعا پڑھو۔ اللھم الخ اوس مرد نے ایسا ہی کیا پھر حضرت عثمانؓ بن عفان کے دروازے پر آیا دربان نے ہاتھ تھاما کر حضرت عثمانؓ

کے پاس پونہچا دیا۔ آپنے اوسکو اپنے بچھونے پر بٹھایا اور اوسکی حاجت پوری کردی اور
یہ فرمایا کہ جب تمکو کوئی کام ہو یاد دلانا وہ مرد خوش ہوا اور وہان سے رخصت ہو کر عثمانؓ
بن حنیف کے پاس آیا اور کہا جزاک اللہ خیرا شاید تمنے میرے بارے مین عثمانؓ بن عفان سے
سفارش کردی ہے کہ وہ اسطرحسے پیش آئے۔ عثمانؓ بن حنیف نے کہا کہ واللہ مین نے
اونسے کچھ نہین کہا ہے بلکہ بات یہ ہے کہ مین نے دیکھا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس ایک اندہا آیا اور بصارت کے لیے استمداد چاہی جو کلمات مین نے تمکو سکھائے ہین وہی
آپنے اوس اندہے کو بتائے ہین لہٰذا اس سے جانا کہ آپکا توسل موجب قضاے حاجات ہے
انتہیٰ۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ دعا اور لوگ بھی پڑہ سکتے ہین اسی وجہسے حصن حصین مین ہے
من كانت له ضرورة فليوضأ فيحسن وضوءه ويصلي ركعتين ثم يدعو اللهم انی
اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة يا محمد انی اتوجه بك الى ربی
فی حاجتی هذه لتقضى لی اللهم فشفعه فیّ۔ یعنے جسکو کچھ حاجت ہو اوسکو چاہیے کہ
اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر یون دعا مانگے۔ اللهم انی اسئلك الخ
پس ان احادیث سے ثابت ہے کہ حاجت کے وقت توسلاً واستعانۃً یارسول اللہ کہنا
درست ہے۔ توسلاً جائز ہونے کو تو معترض صاحب بھی تسلیم کرچکے ہین کما سیأتی۔ رہی
استعانت وہ بھی انہین احادیث سے ثابت ہے کیونکہ یا محمد انی اتوجه بك کہنے سے
آخر فائدہ کیا ہے۔ یہی کہ آپ متوجہ ہون اور شفاعت کرین چنانچہ جملہ فشفعه فیّ اسپر صاف
دال ہے۔ ملا علی قاری حرز الثمین شرح حصن حصین مین لکھتے ہین یا محمد التفات اليه و
تضرع لديه ليتوجه روحه الى الله۔ اب غور فرمائیے کہ یہ استعانت نہین ہو تو کیا ہے
غرضکہ ان احادیث سے توسلاً واستعانۃً یارسول اللہ کہنا بلاشک جائز نکلتا ہے۔ ان
احادیث کے علاوہ آثار صحابہ سے بھی ثابت ہے کہ شدائد کے وقت یارسول اللہ کہنا درست ہے
شفای قاضی عیاض مین ہے ان عبد الله بن عمر خدرت رجله فقيل اذكر احب

الناس الیک یزل عنک فصاح یا محمداہ - یعنے عبداللہ بن عمرؓ کے پاؤن سو گئے تھے اونسے کہا گیا کہ جو شخص سب سے زیادہ پیارا ہوا اوسکا نام لو پاؤن اچھا ہوجائیگا وہ بول اوٹھے یا محمداہ - ملا علی قاری شرح شفا عیاض مین لکھتے ہین فنادی باعلی صوتہ وکانہ رضی اللہ عنہ قصد بہ اظہار المحبۃ فی ضمن الاستغاثۃ - یعنے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے زور سے یا محمداہ کہا اور ضمن استغاثہ مین اظہار محبت بھی مقصود تھا عمدۃ المتقصنین مین شیخ الاسلام علامہ برہان الدین نے لکھا ہے قال مجاھد خدرت رِجلُ رَجُلٍ عند ابن عباسؓ فقال لہ ابن عباسؓ اذکر احب الناس الیک فقال یا محمد فکانما انشط من عقال وقال مجاھد فذھب خدرہ - یعنے مجاہد سے مروی ہے کہ ایک مرد کا پاؤن سو گیا ابن عباس نے کہا کہ جو شخص سب سے زیادہ محبوب ہو اوسکا نام لو اونسے یا محمد کہا پاؤن اچھا ہوگیا - اس اثر کو ابن سنی نے عمل الیوم واللیلہ مین اور ابن اثیر نے مختص تاریخ ابن جریر مین نقل کیا ہے - اب یہان دو شبہے اور وارد ہوتے ہین - ایک یہ کہ ندا و خطاب حاضر کے لیے ہوا کرتا ہے نہ غائب کے واسطے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے - دوسرے استعانت بغیر اللہ جائز نہین پہلے کا جواب یہ ہے کہ منادیٰ و مخاطب دو قسم کے ہوتے ہین - ایک یہ کہ خارج مین موجود ہون دوسرے خارج مین تو موجود نہون مگر ذہن مین اونکی صورت حاضر ہو اور ہر ایک کی دو حالتین ہین - ایک یہ کہ متکلم نے گو ندا و خطاب کیا ہے مگر درحقیقت منادی و مخاطب کو اعلام کلام مقصود نہین - دوسرے یہ کہ مقصود ہو - یہ چارون صورتین شرع سے ثابت ہین - ان چارون مین ایک قسم تو ظاہر ہے - رہی قسم ثانی کہ منادی یا مخاطب خارج مین موجود ہو اور اطلاع کلام مقصود نہو - اوسکا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم جب دم توڑ رہے تھے اوسوقت آپنے فرمایا تھا انا بفراقک یا ابراھیم لمحزونون یعنے اے ابراہیم ہم تمہارے فراق سے نہایت محزون ہین -

حضرت ابراہیمؑ اوس وقت شیر خوار تھے۔ وہ کلام نبوی کب سمجھ سکتے تھے۔ آپکا یہ کلام بنظر اسماع
ابراہیم نہ تھا بلکہ صرف رفع غم و الم کے لیے تھا۔ رہی قسم ثالث کہ منادی یا مخاطب ذہن مین
حاضر ہو اور اوس سے کلام کرین مگر اوسکو اس کلام سے آگاہ کرنا مقصود نہو اوسکی دلیل یہ ہے
کہ صحیح مسلم وغیرہ مین ہے کہ آپ جس گانون پر چڑہائی کرتے تھے تو صبح کا انتظار کر لیتے تھے
اگر اذان کی آواز آتی تو سمجھتے کہ یہان مسلمان ہین اوسکو چھوڑ دیتے ورنہ لوٹ لیتے ایک
دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپنے کسی مقام پر چڑہائی کی تھی صبح کی اذان کی طرف کان لگائے تھے
یکایک سُنا کہ کوئی اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے آپنے فرمایا علی الفطرۃ پھر اوسنے کہا اشہد
ان لا الٰہ الا اللہ آپنے فرمایا خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ یعنے اے متکلم تو دوزخ سے خلاص
ہوا۔ لوگ دیکھنے لگے کہ کون یہ کلمات کہتا ہے جسکے حق مین آپنے یہ ارشاد فرمایا۔ دیکھا
تو ایک گلہ بان کو پایا۔ آپنے جو خطاب کر کے خرجت من النار فرمایا تو ظاہر ہے کہ مخاطب
کو سُنانا مقصود نہ تھا کیونکہ وہ وہان نہ تھا بلکہ اوسکی آواز سنکر آپنے اوسکی صورت ذہنیہ کے
ساتھ یہ خطاب فرمایا تھا۔ اس قسم کے خطاب اشعار مین بہت پائے جاتے ہین کہ عاشق
اپنے معشوق کو حاضر تصور کر کے اوس سے باتین کرتا ہے اور کلمات ندائیہ و خطابیہ استعمال
کرتا ہے۔ رہی قسم رابع کہ منادی یا مخاطب کی صورت ذہن مین حاضر کر کے اوس سے باتین
کرین اور یہ بھی مقصود ہو کہ اس کلام سے شخص متصور آگاہ ہو جائے۔ التحیات مین جو
السلام علیک ایہا النبی ہے اوسکی نسبت امام غزالیؒ احیاء العلوم مین بیان تشہد
مین لکھتے ہین واحضر فی قلبک النبی صلعم و شخصہ الکریم و قل السلام علیک
ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الخ یعنے اے مصلی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تصور
کر اور کہہ السلام علیک الخ۔ اور یہ بھی سن رکھیے کہ تشہد مین خطاب تخیلی کرنا اونہین کے
لیے ہے جو مرتبہ عرفان کو نہین پونہچے ورنہ جو لوگ اس مرتبے کو پہونچ چکے ہین اور بفحوائے حدیث
الصلوٰۃ معراج المؤمنین اونکو نماز مین ایک خاص قرب الٰہی اور آنحضرت کا حضور ہو جاتا ہے

وہ عالم تصور مین کیون خطاب کرنے لگے وہ تو اپنے مخاطب ومنادی کو حاضر ہی پاتے ہین - علامہ قسطلانی نے شرح صحیح بخاری مین لکھا ہے - قال الطیبی ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اُذن لهم بالدخول فی حرم الحی الذی لا یموت فقرت عینهم بالمناجات فنبهوا علی ذلک بواسطة نبی الرحمة وبرکة متابعته فالتفتوا فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضرٌ فاقبلوا علیه قائلین السلام علیک ایها النبی - جب یہ تمہید سُن چکے تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی - صاف صاف سنو کہ اگر قائل یا رسول اللہ یہ سمجھتا ہے کہ جسطرح اللہ تعالے کا علم ہر وقت تمام جزئیات عالم پر محیط ہے اوسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی علم ہے تو بلا شک اوسکا یہ اعتقاد شرک ہے - مُلا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالی قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسائرة - اور مجموعہ فتاوی جلد اول مین حضرت اُستاذنا مولانا محمد عبد الحی قدس سرہ لکھتے ہین والعلم الکلی بجمیع الجزئیات فی جمیع الازمان مختصٌ باللہ جل جلالہ - اور مجموعہ فتاوی جلد دوم مین لکھتے ہین ہر شخص کی ندا کو ہر جگہ سے ہر وقت سننا خاص ہے پروردگار عالم کے ساتھ کسی مخلوق مین یہ صفت نہین" انتہی - اور اگر آپکے ذہن مین حاضر کرکے بنظر تشفی قلب وغیرہ یا رسول اللہ بولا ہے اعلام واسماع کچھ مقصود نہین یا یہ اُمید رکھتا ہے کہ اللہ تعالے آپ پر اس کلام کو ظاہر کردیگا تو کچھ مضائقہ نہین - حضرت عمرؓ نے جو ساریہ سے کوسون دور تھے سر منبر پکار کر کہدیا تھا یا ساریة الجبل - تو کیا یہ جانتے نہ تھے کہ ہم کوسون دور ہین ہماری آواز وہا تک کیونکر پہونچیگی - ضرور ہے کہ اللہ تعالے سے پہونچا دینے کی امید کی ہوگی چنانچہ خدا نے وہ آواز لشکر ساریہ کو سُنا دی کہ کوئی شخص یا ساریة الجبل کہہ رہا ہے پس اسیطرح اگر خداوند تعالے نے یہ کلام بذریعہ کشف یا بواسطہ ملائکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر روشن کردے

تو مستبعد کیا ہے - امام شعرانی مشارق الانوار القدسیہ مین لکھتے ہین - سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ یقول اذا سألتم اللہ حاجۃ فاسئلوہ بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وقولوا اللہم انا نسئلک بحق محمد ان تفعل لنا کذا فان للہ ملکا یبلغ ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقول ان فلانا سأل اللہ بحقک فی حاجۃ کذا کذا فلیسأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ فی قضاء تلک الحاجۃ فیجاب لان دعاءہ صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب - یا کوئی شخص درجہ کمال عرفان کو پونچگیا ہے اوسکو کشف ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضور نصیب ہوا اوس وقت وہ یا رسول اللہ بولا تو ظاہر ہے کہ کچھ مضائقہ نہین کیونکہ یہ ندا و خطاب حاضر ہی کو ہے نہ غائب کو - رہا دوسرا شبہہ اوسکا جواب یہ ہے کہ کشف ضرر وحل مشکلات و اعانت کی صفت بالذات بلاشک خدا ہی کے لیے ہے غیر اللہ کو حاجت روائے حقیقی سمجھنا بلاشک شرک ہے قرآن پاک مین اوسکا ابطال جابجا ہے مگر بالواسطہ وہ تو آیات و احادیث سے بلکہ بالبداہتہ غیر اللہ کے لیے ثابت ہے - قرآن مین ہے - تعاونوا علی البر والتقوٰی حدیث مین ہے اللہ فی عون العبد ما دام العبد فی عون اخیہ المسلم اور سب سے لطف تو یہ ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے استعانت کی تعلیم فرمائی ہے - طبرانی نے معجم کبیر مین مرفوعا روایت کی ہے اذا ضل احدکم شیئا او اراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لا یراھم یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے - حافظ ابن حجر نے زوائد بزار مین اسکی تحسین کی ہے اور جامع الصغیر مین بعض علمائے ثقات کا یہ قول نقل کیا ہے - ھذا حدیث حسن - اور حصن حصین مین ہے واذا انفلتت دابۃ فلیناد اعینوا یا عباد اللہ - یعنے جب تمھاری سواری بے اختیار ہو جائے تو اعینوا یا عباد اللہ کہو اور اوسمین یہ بھی ہے وان اراد عونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی

یعنے جب مدد کا چاہنا ہو تو یا عباد اللہ الخ کہے۔ غرضکہ آیات و احادیث سے کما حقہ ثابت ہے کہ اگرچہ بالذات صفت اعانت و حل مشکلات و دفع ضرر خدا ہی کو ہے مگر خدا نے یہ اوصاف بالواسطہ اپنے بندون کو بھی عطا کیے ہین۔ شاہ عبد العزیز قدس سرہ نے تحت آیہ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ یون لکھا ہے۔ "درینجا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہیکہ اعتماد بران غیر باشد و اورا مظہر عون الٰہی نداند حرام ست و اگر التفات بجانب حق ست و اورا یکے از مظاہر عون دانستہ و نظر بکارخانہ اسباب و حکمت او تعالٰے دران نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و روا است و انبیا و اولیا این نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت این نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق ست لاغیر" اور آیہ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ کی ذیل مین لکھا ہے۔ "و بنا برین ست کہ از اولیا مدفونین و دیگر صلحا مومنین انتفاع و استفادہ جاریست و آنہارا افادہ و اعانت نیز متصور" اور شیخ دہلوی نے شرح مشکوٰۃ مین لکھا ہے "حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ میشود بوے بعد از وفات" دیکھو احادیث و اقوال سابقہ سے استعانت بغیر کا ثبوت اظہر من الشمس ہے۔ جو لوگ مطلقاً استعانت کے منکر ہین اونکو چاہیے کہ ہاتھ پاؤن توڑ کر بیٹھ رہین نہ کسی سے کھانا مانگین زبانی طلب کرین کیونکہ اسمین بھی تو دفع ضرر و استعانت بغیر موجود ہے۔ اور اگر یہ کہیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد وصال اس قابل نہ رہے کہ اونسے کچھ مدد طلب کیجائے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کما حقہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم مع جسد زندہ ہین اور عالم مین تصرف کیا کرتے ہین۔ علامہ سیوطی تنویر الحلک فی امکان رویۃ النبی والملک مین لکھتے ہین فحصل من مجموع ہذہ النقول والاحادیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیٌّ بجسدہ و روحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت۔ یعنے ان نقول و احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع جسد و روح زندہ ہین اور تصرف فرماتے ہین اور اقطار ارض

وملکوت مین جہان چاہتے ہین سیر کرتے ہین"- جب آنحضرت صلعم کا یہ حال ہے تو پھر ایسے امور مین استعانت جنمین آپکی امداد ممکن ہے ہرگز ناجائز نہین ہوسکتی- **خلاصہ** ان تقریرون کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپکو حاضر فی الذہن کرکے آپسے کلام کرے اور آپسے ایسے امور مین مدد مانگے جو آپکی شان کے لائق ہون جیسے یون کہے "یارسول اللہ آپ میرے واسطے درگاہ الٰہی مین دعا فرمایئے میری شفاعت کیجیے- آپ اپنی زیارت سے مشرف فرمایئے" اور امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ بذریعہ ملائکہ یا کشف یہ کلمات آپ پر روشن کردیگا تو اس ندا واستمداد مین کچھ مضائقہ نہین- ہان اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ خدا کی طرح آپ ہر وقت تمام جزئیاتِ عالم پر ماہر ہین یا بالذات آپ مین صفت استمداد وحلِ مشکلات ہے تو بلاشبہہ شرک ہے جن علمانے ندائے اموات واستمداد بالموتی سے منع کیا ہے اگر غور کیجیے تو ان مین اکثر نے اسی خیال سے منع کیا ہے کہ بعض سفہاے عوام اولیاء اللہ کو بالذات عالم غیب و کاشفِ ضرر سمجھنے لگتے ہین اور بالذات وبالعرض کا کچھ فرق نہین کرتے اسی سبب سے ہم بھی کہتے ہین کہ عوام کو جو غوامض ونکات سے واقف نہین ندائے اموات سے روکنا چاہیے- مگر یہ نہین کہ یارسول اللہ کہنا اور آپسے توسل واستعانت کرنا مطلقاً ممنوع ہے- ھذا ھو حق صریح والعدول عنہ قبیح- **تنبیہ** تقاریر سابقہ سے ضمناً معترض صاحب کے کل اقوال کا رد ہوگیا اور آپکے سارے دلائل کے دہوئین اڑگئے- اب صراحۃً آپکے بعض اقوال نقل کرکے زلازل وقلاقل ظاہر کیے جاتے ہین- **قال** اگر یہ مطلب ہے کہ لفظ یارسول اللہ کے ساتھ توسل کرنا اور رفع مشکل خدا سے چاہنا یعنی یون کہنا کہ یارسول اللہ مین بواسطہ آپکے خدا سے فلان مشکل کی رہائی چاہتا ہون تو درست ہے- **اقول** الحمد للہ کہ آپکی زبانِ قلم سے حق بات نکل گئی ورنہ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے تو اسکو شرک اکبر قرار دیا ہے- دیکھیے کتاب التوحید صغیر مین یون لکھا ہے فمن قال یارسول اللہ اسئلک الشفاعۃ یا محمد ادع اللہ فی قضاء حاجتی

یا محمد اسئل اللہ بک وکل من ناداہ فقد اشرک شرکا اکبر۔ یعنے جو شخص یہ الفاظ کہے اور آنحضرت صلعم کو ندا کرے وہ بڑا مشرک ہے۔ بہرکیف جب آپ قائل ہیں کہ یون ندا کرنا درست ہے تو مین پوچھتا ہون کہ یہ کوئی انچھر تو ہی نہین کہ معنے سے کچھ غرض نہو پھر یہ ندا کیسی۔ آنحضرت صلعم اتنی دور سے کیونکر سُن لینگے۔ اسکے علاوہ یا بجاے ادعو ہے۔ آپ تو خود شدائد کے وقت غیر اللہ کے پکارنے کے قائل ہو گئے ہی استعانت تو ہم پوچھتے ہین کہ آنحضرت صلعم کو خطاب کرکے کہنے سے کیا مطلب ہے اگر توجہ مقصود نہین ہے تو ندا کی کیا ضرورت تھی۔ جناب عالی متوجہ کرنے کا ثمرہ بھی استعانت ہی ہے۔ ہم کب کہتے ہین کہ آپسے ایسی چیز طلب کرنا درست ہے جو آپکے امکان مین نہین۔ جب آپکو ندا کرنا درست ہوگیا تو ایسی چیز مانگنا جسکے آپ شایان ہین نادرست کیون ہونے لگا۔ چاہے یون کہیے کہ یارسول اللہ بواسطہ آپکے خدا سے فلان مشکل کی رہائی چاہتا ہون۔ چاہے یون کہیے کہ یارسول اللہ آپ فلان مشکل مین خدا سے دعا کیجیے۔ یا یون کہیے کہ یارسول اللہ فلان مشکل مین مدد کیجیے یعنے خدا سے حل ہوجانے کی دعا کیجیے۔ سبکا مآل واحد ہے ع وللناس فیما یعشقون مذاہب

**ثم قال** الا توسل بخطاب درست نہین۔ **اقول** یا اللہ ابھی تو یہ اقرار کیا کہ یون کہنا کہ یارسول اللہ مین بواسطہ آپکے خدا سے فلان مشکل کی رہائی چاہتا ہون درست ہے اور ابھی توسل بخطاب نادرست ٹھہرانے لگے۔ حضرت معترض صاحب اس تعارض کا آپ ہی جواب دیجیے۔ اگر آپسے نہو سکے اپنے اعوان و انصار ہی سے دریافت کیجیے کہ یہ کیسا کلمہ آپکی زبانِ قلم سے نکل گیا ہے جو آپکے علم و استعداد و فہمِ خداداد پر شاہد حال ہے۔ **ثم قال** غائب کو خطاب کرنا درست نہین ہے **اقول** مینے بدلائل ساطعہ غائب کو خطاب کرنا ثابت کردیا ہے فتذکرہ۔ اون دلائل کے علاوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط ہرقل وغیرہ کو لکھے تھے اونمین تو کلمات خطابیہ جابجا

موجود ہین حالانکہ مکتوب الیہم غائب تھے - حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار مین جا بجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صیغۂ خطاب سے تعبیر کیا ہے حالانکہ وقت نظم آنحضرت موجود نہ تھے - اگر یہ کہیے کہ وہان یہ اُمید تھی کہ آیندہ مخاطب کو اسکا علم ہو جائیگا اس سبب سے خطاب کیا تو یہان بھی یہی امید ہے کہ قائل یا رسول اللہ کا قول آپ تک انشاء اللہ پہونچ جائیگا - **ثم قال** ص۶۶ بلکہ جن مقامون پر آپنے تعلیم فرمایا ہے وہین کہنا چاہیے یہی وجہ ہے کہ التحیات مین ۲ السلام علیک ایھا النبی کہنا درست ہے الخ **اقول** اس تخصیص کی کوئی وجہ نہین اور یہ تو مین نے مانا کہ التحیات مین آپکی تعلیم کے سبب سے یہ جملہ کہا جاتا ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ آخر پڑھنے کے وقت آپ حضرات اس کے کچھ معنے بھی لیتے ہین یا طوطے کی طرح معنے بالائے طاق رکھ کے پڑھا کرتے ہین - جب معنے کی طرف توجہ ہوگی تو السلام علیک ایھا النبی کے کہتے ہی آنحضرت کا تصور لازم ہے اور آپکو یہ سلام بھی ضرور پہونچ جائیگا - نسائی و سُنن دارمی و مستدرک حاکم و صحیح ابن حبان مین ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام - اور نسائی وغیرہ مین یہ بھی ہے - صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم - **ثم قال** ص۶۶ بلکہ صحابہ بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے - السلام علی النبی بغیبتہ کہتے تھے الخ - **اقول** آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جمیع صحابہ کا اسطرح پڑھنا تو غیر مسلم ہے - اورون کو جانے دیجیے حضرت عائشہ رضی ہی کو دیکھیے کہ مؤطائے امام مالک سے ثابت ہے کہ وہ علیک ایھا النبی ہی پڑھا کرتی تھین - اچھا صاحب جو لوگ بعد الوفاۃ علی النبی پڑھا کرتے تھے وہ آنحضرت صلعم کے زمانۂ حیات مین آپکی غیبت مین کسطرح پڑھتے تھے - علیک کہتے تھے یا علی پڑھتے تھے - بہر کیف علی النبی پڑھنے سے یہ کہان ثابت ہے کہ خطاب کے ساتھ ناجائز جانتے تھے - ممکن ہے کہ یہ خیال کیا ہو کہ جب صیغہ غائب کے ساتھ کام نکل سکتا ہے تو خطاب کی کیا ضرورت ہے

ع للناس فیما یعشقون مذاہب * علامہ سبکی نے شرح منہاج مین لکھا ہے - ان صحہ ہذا عن الصحابۃ دل علی ان الخطاب فی السلام بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر واجب - **ثم قال** صحابہ کا عدول گو دلیل عدم جواز خطاب کی التحیات مین نہین ہے الا اس سے اسقدر ثابت ہوا کہ یا رسول اللہ کہنا ماسوا اون مقامون کے جہان آپنے تعلیم فرمایا یقیناً درست نہین - **اقول** ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ آپکے استدلال کے قربان جایئے غائب کو خطاب کرنے کے عدم جواز کی دلیل جب آپنے یہ ٹھرائی کہ صحابہ نے التحیات مین خطاب سے عدول کیا ہے - پھر جب آپ اس عدول ہی کو قابل حجت نہین جانتے تو غائب کو خطاب کرنا اس دلیل سے ممنوع کیونکر ثابت ہوا - جناب من آنحضرت کا التحیات مین اَیُّھَا النَّبِیُّ پڑھنے کی اجازت دینا عین دلیل اس امر کی ہے کہ غائبانہ یا رسول اللہ کہنا جائز ہے - التحیات کی کچھ خصوصیت نہین کیونکہ جو وجہ عدم جواز نداء و خطاب کی بیان کی جاتی ہے وہ یہان بھی موجود ہے اور مین اسکا جواب باصواب بھی پہلے ہی دے چکا کہ یہ نداء و خطاب عالم تخیل مین ہے اور آنحضرت کو اسکا علم بھی ہوجاتا ہے ولا غبار علیہ **ثم قال** یہ صفت یعنے کشف ضرر و مشکل کی خدا ہی کو ہے اور یہ بات بہتیری آیتون سے ثابت ہے - **اقول** بلاشک کشف ضرر و حل مشکلات کی صفت بالذات خدا ہی کو ہے - بجز خالق دوجہان کوئی حاجت روا ئے حقیقی نہین - مگر خدا نے ان صفات کا مظہر اپنے بندون کو بنایا ہے جسکے سبب سے مجازاً یہ صفات اونکی طرف منسوب ہوتے ہین اور اسی بنا پر اونسے ضرر و مشکلات مین مدد چاہنا درست ہے - دیکھو قرآن مین مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ موجود ہے - ناصر کسکو کہتے ہین وہی جو مدد کرے - مشکل کے وقت کام آئے اس قسم کے بیشمار آیات و احادیث مین کوئی کہانتک لکھے - المختصر اگر صورت اول مراد ہے تو ہم بھی اسکو تسلیم کرتے ہین اور ہمارے کچھ خلاف نہین - اور اگر صورت ثانی مقصود ہے تو محض غلط ہے بہتیری آیتون سے اوسکا ابطال ثابت ہے - **ثم قال** منہا و لکانے

قُل لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِی نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ۔ **اقول** اس آیہ کریمہ سے یہ ثابت ہے کہ کوئی شخص اپنے نفع وضرر کا مالک حقیقی نہین نہ یہ کہ کوئی شخص مطلقاً نفع وضرر نہین پونہچا سکتا - جناب عالی اس آیت مین اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ بھی ہے ذرا اس کا مطلب ارشاد ہو آپ قلعی کھل جائیگی - **ثم قال** ومنہا قولہ تعالے وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۔ **اقول** اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ جو نفع وضرر نہین پونہچا سکتے جیسے اصنام کہ محض جماد ہین کچھ نہین کر سکتے اونکو پکارنا اور اونسے مدد مانگنا حرام ہے - اس آیت سے یہ کہان نکلتا ہے کہ جو لوگ مدد پونہچانے کے قابل ہین اونکو بھی پکارنا ممنوع ہے وقس علی ہذا اسائر الآیات **ثم قال** الغرض درداہی اور شدائد کے وقت مخلوق کو پکارنا اور اوس سے استعانت چاہنا جائز نہین - **اقول** اگر کوئی شخص مثلاً کنوین مین گرجائے تو کیسے وہ کسی آدمی کو پکارے یا نہین - کسی سے استعانت کرے یا نہین - آپکی تقریر سے تو لازم آتا ہے کہ لب تک نہ ہلائے بلکہ جو کچھ کہنا ہو خدا ہی سے کہے - اور یہ کچھ خبر ہے یا نہین کہ آپکے نواب صاحب نفح الطیب مین فرماتے ہین - ؎ زمرۂ راے درافتاد بارباب سنن ✤ شیخ سنت مددے قاضی شوکان مددے ✤ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے کہتے ہین ؎

(شیخ سنت: یعنی ابن تیمیہ ۱۲ — قاضی شوکان: یعنی شوکانی ۱۲)

| | |
|---|---|
| انجح مرامی یا کریم کرائم | انت القدیر علی نفاذ رجائی |
| یعنے اے کریم کرائم میری حاجت روائی کیجیے | آپ میری امید بر لانے پر قادر ہین ✤ ✤ |

جناب معترض صاحب یہ ندا اور استعانت کیسی ہے آپ ان اشعار کی نسبت کیا حکم لگاتے ہین - اور صحابہ نے جو بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یا محمداہ کہا ہے اوسکے بارے مین آپ کیا فرماتے ہین - **ثم قال** اس حدیث سے اسیقدر ثابت ہوا کہ وقت مشکل کے آنحضرت کو وسیلہ گرداننا درست ہے یہ نہین ثابت ہوا کہ وقت مشکل کے

آپ سے استعانت کرے **اقول** اس حدیث کا ایک ٹکڑا یہ بھی ہے یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی جس سے آنحضرت کو ندا کرنا کما حقہ ثابت ہے - اور اس ندا سے آخر غرض کیا ہے - وہ یہ کہ آپ بھی اس باب مین مدد کرین یعنے حق سے دعا کرین پس استعانت بھی ثابت ہو گئی - مجھے تعجب ہے کہ جب روز ازل لوگون کو عقل وفہم ملتی تھی تو معترض صاحب کہان تھے جو ایسی نعمت سے محروم رہگئے **ثم قال** اور یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث کو گو ترمذی نے حسن کہا ہے الا بعض محدثون نے مثل شیخ عز الدین بن عبد السلام کے اسکی صحت مین توقف کیا ہے **اقول** واقعی معترض صاحب کی اعجوبہ بیانی قابل یادداشت ہے ترمذی نے اسکی نسبت ھذا حدیث حسن صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ نے لکھا ہے قال ابو اسحق ھذا حدیث صحیح اور حاکم نے مستدرک مین اسکو علی شرط الشیخین کہا ہے اور علامہ ذہبی نے اسکا اقرار کیا ہے - پس اسکی صحت مین کیا کلام رہا - کسیکا بلا وجہ توقف قادح تصحیح محدثین کبار کیونکر ہو سکتا ہے - مین نے مانا کہ معترض صاحب کی نظر ترمذی کی تحسین پر تھی مگر جب ترمذی ایسے محدث نے حسن صحیح کہدیا ہے تو بلا حوالہ کتاب شیخ عز الدین کا توقف نقل کرنا اور وجہ توقف بیان نکرنا مضحکہ طفلان نہین ہے تو اور کیا ہے - **ثم قال** اور نیز ترمذی کی روایت مین لفظ یا کا نہین ہے **اقول** این گل دیگر شگفت - جناب عالی معجم کبیر طبرانی و حصن حصین مین یا محمد انی اتوجہ بک مذکور ہے اور ابن ماجہ وغیرہ مین یا محمد انی قد توجھت بک ہے اور ترمذی مین انی توجھت بک ہے یا محمد نہین ہے زیادت ثقہ کی تو مقبول ہی ہے اور واقعہ واحد ہے تو ترمذی کی روایت مین یہ کہنا پڑیگا کہ یا محمد راوی نے حذف کر دیا ہے اور بالفرض حذف نہو مگر انی توجھت بک الی ربی تو موجود ہے - کاف خطاب تو بلاشک آنحضرت کی طرف راجع ہے - پس غائب کو خطاب کرنا

ترمذی کی اس حدیث سے ثابت ہے۔ اور یہ تو جناب مؤلف نے لکھا نہین کہ حدیث کا یہ ٹکڑا ترمذی سے منقول ہے کہ آپکا یہ فرمانا کہ "ترمذی مین لفظ یا کا نہین" قابل التفات ہو۔ غرض کہ مین کس کس بات کی داد دون۔ ~~ ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ٭ کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست ٭ **قال المؤلف** ایک صاحب نے حضرت[1] سے فاتحہ کرنے کو دریافت کیا۔ آپنے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بکری ذبح کی اوسوقت فرمایا کہ یہ میری امت کی طرف سے ہے۔ یہی فاتحہ ہے۔ **قال المعترض** آنحضرت کا امت کی طرفسے بکری ذبح کرنا صحیح ہے الا یہ قول کہ آپنے فرمایا کہ یہ میری امت کی طرف سے بھی فاتحہ ہے صحیح نہیں اس جملہ کا ثبوت درکار ہے۔ الخ **اقول** جناب مؤلف کے رسالے کی اصل عبارت وہی ہے جو مین نے نقل کی ہے جسکا جی چاہے رسالہ اسرار محبت مطبوعہ مطبع حمیدی واقع بھوپال مین جو پہلا چھاپہ ہے دیکھ لے۔ البتہ طبع ثانی مین "یہی" کے بدلے "بھی" چھپگیا ہے۔ معترض صاحب کو مناسب تھا کہ اور چھاپے کے نسخے بھی دیکھ لیے ہوتے پھر اعتراض جماتے اور عجب کیا ہے کہ سہو کاتب پر اطلاع ہو گئی ہو مگر پھر بھی اپنی ہمہ دانی ظاہر کرنے سے باز نہ آئے بہرکیف اصل عبارت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت کا قول یہین تک ہے کہ "یہ میری امت کی طرفسے ہے" اسکا ثبوت لیجیے۔ ترمذی مین ہے انہ ضحی بکبش فقال ھذا عمن لم یضح من امتی۔ یعنے آنحضرت صلعم نے ایک مینڈھا قربانی کیا پھر فرمایا کہ میری امت مین سے جسنے قربانی نہین کی یہ اوسکی طرف سے ہے۔ رہا یہ جملہ کہ "یہی فاتحہ ہے" یہ قول حضرت مولانا کا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث سے اپنے اعمال کا ثواب غیر کو پونہچانا ثابت ہوتا ہے۔ پس موتے کے لیے قرآن پڑھنا اور اللہ کی راہ مین کھانا کھلانا یہی فاتحہ ہے یعنے فاتحہ سے جو غرض ہے یعنے ایصال ثواب وہ اسی پڑھنے اور کھلانے مین ہے۔ **ثم قال** اور ایک دلیل فاتحہ کی مؤلف نے ص۴۲ مین ذکر کی ہے وہ یہ کہ

[1] یعنی حضرت مولانا فضل رحمن [illegible] ۱۲

[2] [illegible]

ایکبار سند فاتحہ کی حضرت نے یہ فرمائی کہ ایک صحابی نے کنوان بنایا اور کہا ھذا لام سعد
اسکا جواب اولاً یہ ہے الخ- **اقول** سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھکر اوسکا ثواب موتے کو پونچانا
اسکو فاتحہ کہتے ہین اور باین معنی فاتحہ کلام اکابر مین جابجا آیا ہے- دیکھو مجدد الف ثانی رح
اپنے مکتوبات جلد ثانی مکتوب ۱۰ مین لکھتے ہین انا للہ وانا الیہ راجعون خوانده فاتحہ خوانده شد
و در اثناے خواندن اثر اجابت مفهوم گشت- اور شاہ عبدالعزیز قدس سرہ والقمر اذا اتسق
کی تفسیر مین لکھتے ہین ''وصدقات وادعیه وفاتحه درینوقت بسیار بکار او می آید- پس حضرت مولانا
مدظلہ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث ھذا لام سعد سے ثابت ہے کہ ایصال ثواب اعمال درست
ہے تو نفس فاتحہ جائز ٹھرا یہان رسومات ومروجات سے کچھ بحث نہین- یہ معترض صاحب کی
خوش فہمی ہے کہ آپ یہ سمجھے کہ ان احادیث سے حضرت مولانا مرسومات زمانہ کو بھی ثابت
فرماتے ہین- **فائدہ** آجکل کے حضرات ظاہریہ نے مشہور کر رکھا ہے کہ اموات کے لیے
قرآن پڑھنا کتاب وسنت سے ثابت نہین- موتی کے لیے سورتہاے قرآنی پڑھنے کو
بھی بدعت فرماتے ہین- اگرچہ اسکا ثبوت حدیث اضحیہ عن الامۃ اور حدیث ھذہ لام
سعد سے عندالعقلاء کما حققہ ثابت ہے مگر ظاہریہ منکر قیاس کی سمجھ مین کبھی نہین آنیکا
لہذا چند احادیث خاص قرآن خوانی کے ثبوت مین لکھی جاتی ہین جنمین بعض صحیح اور بعض بوجہ
کثرت طرق کے حسن لغیرہا ہین- ابوداؤد مین ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے
حدیث اول
اقرأوا علی موتاکم یٰس- یعنے اپنے موتی پر سورہ یٰس پڑھو- اگرچہ موتے کے معنے مجازاً
محتضر کے بھی ہین اور اسی حدیث کو متمسک بہ ٹھراکے حالت احتضار مین اکثر علما سورہ
یٰسین پڑھنے کے استحباب کے قائل ہوئے ہین مگر یہ حدیث تو حضرات ظاہریہ کے مقابلے
مین پیش کی گئی ہے اور ان حضرات کو بجز اسکے کچھ چارہ نہین کہ موتے سے اموات حقیقی
ہی مراد لین- اور اگر معنے حقیقی ہی لیجیے تو بھی اس حدیث سے نزع کے وقت اس سورۃ
کا پڑھنا مستحب ٹھریگا کیونکہ اور احادیث سے ثابت ہے کہ سورہ یٰس موجب تخفیف

عذابِ اموات ہے۔ پس قیاس اسی کو مقتضی ہے کہ یہ سورہ متبرکہ موجب تخفیف سکراتِ
موت بھی ہے۔ اور ابنِ عدی نے روایت کی ہے۔ من زار قبر والدیہ او احدھما (حدیث دوم)
فی کل جمعۃ فقرأ عندھما یٰسٓ غفرلہ بعدد کل حرف منھا۔ اور علامہ سیوطی
نے شرح الصدور میں لکھا ہے۔ اخرج عبد العزیز بسندہ عن انس بن مالکؓ (حدیث سوم)
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من دخل المقابر فقرأ سورۃ یٰسٓ خفف
اللہ عنھم العذاب وکان لہ بعدد من فیھا حسنات۔ اور **دار قطنی و طبرانی** نے
روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ من مرّ علی المقابر وقرأ قل ھو اللہ (حدیث چہارم)
احد احدی عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد
الاموات۔ اور **شرح الصدور** میں ہے اخرج ابو القاسم سعد بن علی الزنجانی (حدیث پنجم)
فی فوائدہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل
المقابر ثم قرأ فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد والھٰکم التکاثر ثم قال انی
جعلت ثواب ما قرأت من کلامک لاھل المقابر من المؤمنین والمؤمنات
کانوا شفعاء لہ الی اللہ تعالیٰ۔ اور **بیہقی** نے روایت کی ہے اذا مات احدکم (حدیث ششم)
فلا تحبسوہ واسرعوا بہ الی قبرہ ولیقرء عند رأسہ بفاتحۃ البقرۃ وعند رجلیہ
بخاتمۃ البقرۃ۔ اور **ابو حامد** نے کتاب الاحیاء میں اور **ابو محمد عبد الحق** نے کتاب
العاقبۃ میں لکھا ہے۔ قال محمد بن احمد المروزی سمعت احمد بن حنبل یقول (قول امام احمد بن حنبل)
اذا دخلتم المقابر فاقرأوا بفاتحۃ الکتاب والمعوذتین وقل ھو اللہ احد واجعلوا
ذٰلک لاھل المقابر فانہ یصل الیھم۔ **قال المؤلف** حضرت پیر و مرشد نے حضرت
سے نقل کیا کہ آپنے فرمایا میں مولانا اسحٰق کے ساتھ مولود شریف میں جایا کرتا تھا

**قال المعترض** مسائل اربعین اور رسالہ مسائل مولفہ مولانا محمد اسحٰق صاحب کی
طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اسحٰق صاحب مولود کے قائل ہرگز نہ ہوگئے

اقول جناب معترض صاحب کی اعجوبہ بیانی کو کشت زعفران کیجیے یا دیوار قہقہہ قرار
دیجیے کہ بیساختہ ہنسی چلی آتی ہے۔ ناظرین آپکے اس قول پر کہ "مولود کے قائل
ہرگز نہ رہے ہونگے" قہقہے تو لگائیے پھر دیکھا جائیگا۔ ثم قال یہ تلامذہ مدتون مولانا
اسحق کے ہمراہ رہے ہین ان حضرات نے کبھی مولانا اسحق صاحب کو مولود مین جاتے
نہین دیکھا۔ اقول خدا جانے معترض صاحب کے پاس کونسی دستاویز ہے جسمین
مولانا احمد علی مرحوم وغیرہ تلامذہ مولانا اسحق مرحوم نے لکھدیا ہے کہ ہمنے مولانا کو کبھی
مولود مین جاتے نہین دیکھا۔ معترض صاحب کچھہ تو خدا سے شرمائیے کہ ایک بزرگ کی
ناحق تکذیب کرنا اور اناپ شناپ لکھدینا کونسی دیانت ہے۔ مین نے مانا کہ ان حضرات
نے نہین دیکھا مگر کیا ضرور ہے کہ کوئی دوسرا بھی نہ دیکھے۔ آپ ہی کے اُستاد ہزارون
جگہہ گئے ہین اور آپکو خبر نہین۔ صحابہ کو دیکھیے کہ عاشقِ رسول تھے مگر پھر بھی بعض حالات
نبویہ سے اونہین اطلاع نہوئی۔ دیکھیے بزرگون سے اولجھنے کا یہی نتیجہ ہے کہ تقریر دلپذیر
دیکھکر جہلا تک ہنس پڑین اور قہقہے لگائین۔ ثم قال دلیلون سے اسکا بدعت ہونا ثابت
ہے۔ اقول اگر مولود عبارت اس سے ہے کہ کوئی زمانہ معین کرکے اور لوگون کو
مجتمع کرکے سرِ محفل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت و فضائل کا ذکر کرنا اور حاضرین
مجلس کو سُنانا تو اسکو بدعت وہی کہیگا جسکو علم و فہم سے کچھہ مس نہین۔ ذکر ولادت خیر البشر
صلے اللہ علیہ وسلم جو مقصود اصلی محفلِ مولد سے ہے اوسکے ذکر خیر ہونے سے تو کوئی
مسلمان انکار نکریگا۔ اور ذکر خیر کے لیے تعین زمانہ و مکان و اجتماع ناس حدیث سے
ثابت ہے دیکھو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۱ باب البکاء علی المیت مین بخاری شریف کی یہ
حدیث منقول ہے۔ عن ابی سعید قال جاءت امرأۃ الی رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ذہب الرجال بحدیثک فاجعل لنا من نفسک
یوماً ناتیک فیہ تعلمنا مما علمک اللہ فقال اجتمعن فی یوم کذا وکذا فی مکان

کذا وکذا فاجتمعن فاتاھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعلمھن مما علمہ اللہ الخ- یعنے ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت کے پاس ایک عورت آئی اور بولی کہ آپکی احادیث سے مرد تو بہت کچھ منتفع ہوئے ایک آدہ روز ہم عورتونکو تو شرف فرمائیے آپنے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ایسے دن اور ایسے مکان مین مجتمع ہو پس عورتین جمع ہو مین آپ تشریف لائے اور بیان فرمایا- دیکھو اس حدیث سے ذکر خیر کے لیے تعیین زمانہ ومکان واجتماع الناس ثابت ہے- پس ذکر ولادت آنحضرت صلعم کے لیے زمانہ ومکان معین کر کے لوگون کو مجتمع کرنا جائز ٹھہرا- اب شکل اول بدیہی الانتاج سنو- یہ ذکر نبوی ہے اور ہر ذکر نبوی مستحب ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ یہ مستحب ہے یا یون سمجھو- ھذا فردٌ مِنْ اَفْرَادِ نَشْرِ الْعِلْمِ وَکُلُّ فَرْدٍ مِّنْ اَفْرَادِ نَشْرِ الْعِلْمِ مَنْدُوْبٌ نتیجہ یہ نکلا کہ ھذا مَنْدُوْبٌ- ہان اگر اسمین کوئی امر غیر مشروع داخل کیا جائے جیسے تغنی ومزامیر وغیرہا تو البتہ نادرست ٹھہریگا- یا کوئی شخص صوم وصلوٰۃ کی طرح اسکو فرض سمجھنے لگے تو اوسکا یہ عقیدہ فاسد قرار پائیگا اور یہ امر آخر ہے غرضکہ نفس مولود نا جائز نہین بلکہ مستحب ہے- اور بڑے بڑے محدثین مثل ابو شامہ وعراقی وحافظ ابن حجر عسقلانی وقسطلانی وسیوطی وغیرہم اسکے استحباب کے قائل ہین- **ثم قال** اور حضرت مجدد الف ثانی بھی اسکے بدعت کے قائل تھے چنانچہ اپنے مکتوب مین جو مرزا حسام الدین کو تحریر فرمایا ہے اوسمین اس مجلس مولد پر انکار کیا ہے- **اقول** جناب معترض صاحب چشم بصیرت کھولیے اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی کو اوٹھا کر جلد سوم مکتوب ہفتاد و دوم کو جو انہین خواجہ حسام الدین کے نام ہے ملاحظہ فرمائیے اوسمین موجود ہے "دیگر درباب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصورت حسن و در قصائد نعت ومنقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف وتغیر حروف قرآن ست والتزام رعایت مقامات نغمہ وتردید صوت بآن بطریق الحان یا تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح ست اگر بر نہجے خوانند کہ

تحریفے در کلمات قرآنی واقع نشود و در قصاید خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد وآنرا ہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است **ثم قال** اور یہی مذہب مختار صاحب راہ سنت اور امام شوکانی کا تھا۔ **اقول** مجدد العصر حضرت استاذنا مولانا محمد عبد الحی لکھنوی قدس سرہ مجموعہ فتاوی جلد اول صفحہ ۲۰۹ مین لکھتے ہین "ذکر مولد فی نفسہ امریست مندوب خواہ بسبب جود او در غیر الاز یا بسبب اندراجش زیر سند شرعی آورکسے مذمتش را منکر نشدہ مگر یک طائفہ قایلہ کہ رب النوع آن طائفہ تاج الدین فاکہانی مالکی ست و اورا طاقتے نیست کہ مقابلہ بعلماے مستنبطین کہ فتوی بہ ندب کر مولد داوند کند۔ پس قول وے درین باب معتبر نیست۔ **قال المولف** حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ حضرت سے کسی نے تصور شیخ کو پوچھا آپنے فرمایا کہ ایک صحابی نے حدیث کے بیان مین بیان مین فرمایا کانی انظر الی رسول اللہ۔ یہی تصور شیخ ہے۔ **قال المعترض** اولاً اس سے تصور شیخ جو معروف عند الصوفیہ ہے نہین نکلتا ہے۔ **اقول** حضرت استاذنا المکرم مولانا محمد عبد الحی مرحوم نے رسالہ رفع الستر صفحہ ۲ مین حدیث کانی اری رسول اللہ الخ کی نسبت منہیہ مین کیا خوب تحریر فرمایا ہے۔ بھذا الحدیث وامثالہ الواردۃ فی الصحاح استنبطوا جواز تصور الشیخ ولہ وجہ ولکنہ لا یفہم المناظر۔ **ثم قال** ثانیاً صفحہ ۲ مین مولف خود فرماتے ہین کہ ہمارے حضرت کسیکو تصور شیخ نہین بتلاتے الخ۔ **اقول** عدم تعلیم طریقہ تصور شیخ عدم جواز کی دلیل نہین جو چیز فی نفسہ جائز ہے کیا ضرور ہے کہ آدمی اوسکا شغل بھی رکھے۔ بہت سے اوراد و وظائف ہین کہ فی نفسہا جائز ہین مگر اونمین کوئی کسی کے یہان اور کوئی کسی کے یہان معمول ہین یہ تو اپنا اپنا طریقہ ہے اسی پر تصور شیخ کو تصور کر لیجیے ع للناس فیما یعشقون مذاہب۔ **ثم قال** چونکہ مولف در مولف کے حضرت خود ہی اسکے قائل نہین لہذا اسکے عدم جواز کی دلیلین نہین ذکر کی گئین۔ **اقول** یہ آپکی خوش فہمی ہے کہ آپ یہ سمجھے کہ یہ حضرات عدم جواز کے قائل ہین۔ کم فہم سے کم فہم بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ حضرات اسکے فی نفسہ جائز ہونے کے قائل ہین۔ اور آپ عدم جواز کی

دلیلین کیا ذکر کرینگے وہی جسکے دھوئین اڑ چکے ہین۔ مولانا ولی اللہ دہلوی ایسے شخص اسکے جواز کے قائل ہین قول جمیل مین اسکو ثابت کیا ہے۔ حضرت استاذنا مولانا محمد عبد الحی لکھنوی قدس سرہ کے مجموعۂ فتاوی جلد اول صفحہ ۱۴۲ مین اسکے جواز کی نسبت تقاریر علما درج ہین فمن شاء التحقیق فلیرجع الیہا۔ اور خود حضرت مولانا المرحوم مجدد العصر صفحہ ۱۴۲ مین یون تحریر فرماتے ہین" فی الواقع شغل برزخ اوس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے درست ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت۔ ہان افراط تفریط اوسمین منجر ضلالت کی طرف ہے تصریح اسکی مکتوبات مجدد الف ثانی مین جابجا موجود ہے۔ **قال المؤلف** حضرت قبلہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو بزرگ ہوئے اونہون نے جب نظر کافرون پر ڈالی خود بخود مسلمان ہوگئے **قال المعترض** اولًا یہ کلیہ غلط ہے **اقول** خوش فہمی معترض صاحب نظر سے نظر ظاہری سمجھے ہین حالانکہ نظر خاص مراد ہے جسمین توجہ قلبی شرط ہے اور جسکے لیے وقت بھی خاص ہے۔ اسپر خود حضرت مولانا مدظلہ کے اقوال دال ہین دیکھو جناب مولف صفحہ ۴۴ مین لکھتے ہین کہ" حضرت قبلہ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اگر ایک نظر کرتے تو کوئی مقابلہ نکرتا سب مسلمان ہوجاتے" ظاہر ہے کہ یہان نظر سے نظر ظاہری مراد نہین اور صفحہ ۴۳ مین لکھتے ہین" حضرت قبلہ نے فرمایا کہ توجہ تو ہوا کرتی ہے لیکن اوسکا ایک وقت ہے اوس وقت ایک توجہ کافی ہوتی ہے" غرضکہ یہان نظر سے نظر خاص مراد ہے اور بایں معنی یہ لفظ بین الصوفیہ شایع و ذایع ہے اور حضرت مولانا کے ارشاد سے یہ تو ثابت نہین کہ ہر بزرگ نے ایسی نظر ڈالی۔ البتہ یہ نکلتا ہے کہ جسنے ویسی نظر ڈالی اوسکا ثمرہ یہ ہوا۔ پس ایسی نظر کیمیا اثر پڑنے سے اگر کفار مسلمان ہوجائین تو کیا مستبعد ہے۔ اور صرف آپکے زبانی جمع خرچ سے کلیہ غلط کیون ہونے لگا اسکے ابطال کی دلیل ہی کیا ہے۔ اور مین نے مانا کہ کلیہ نہین اکثریہ سہی وللاکثر حکم الکل۔ **ثم قال** ثانیًا ایک بزرگ کا حال بھی بسند صحیح منقول نہوا۔ **اقول**

جناب مؤلف نے صفحہ ۲۰ مین لکھا ہے کہ حضرت پیرو مرشد نے فرمایا کہ حضرت الیشان
مراقب تھے چار آزاد آئے کہنے لگے کیا بنک مین بیٹھے ہو آپنے آنکھہ اٹھا کر دیکھا چارون ولی
ہوگئے" عجب نہین کہ معترض صاحب فرمائین کہ یہ نقل بسند صحیح منقول نہین - یا یہ ارشاد کرین
کہ دعوی مسلمان ہونے کا ہے نہ ولی ہونے کا - خیر اسکو جانے دیجیے صحاح مین العین حق
مروی ہے - جب نظر بد کا اثر یہ ہے کہ آدمی بیمار ہو جاتا ہے چہرہ زرد ہو جاتا ہے تو نظر
نیک کا کیا کہنا اسکے لیے کسی واقعے کے نقل کی کیا ضرورت ہے - **ثم قال** ثالثاً صرف نظر
ڈالنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسلمان خود بخود نہوا پس دوسرون کو یہ
مرتبہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے **اقول** اگر ہم تسلیم بھی کرلین کہ آنحضرت صلعم کی خاص نظر کیمیا
اثر پڑنے سے کوئی کافر مسلمان نہوا تو بھی بجز معترض صاحب کے ایسی بات کہ "دوسرون
کو یہ مرتبہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے" کوئی ذی فہم منہ سے نہین نکال سکتا کیونکہ خوارق اولیا کے
لیے کچھ ضرور نہین کہ وہ آنحضرت سے بھی ظاہر ہوئے ہون - دیکھو احیاے اموات آنحضرت صلعم سے
باتفاق اکثر علما ظاہر نہین ہوا اور اسمین کوئی مصلحت ہوگی مگر آپکی امت مین سے بعض بزرگان
دین سے ظہور مین آیا ہے - جناب نواب صاحب بھوپال عین القضاۃ ہمدانی کی نسبت تقصار
صفحہ ۴۶ مین لکھتے ہین "از وے خوارق عادات چون احیاء و اماتت بظہور آمدہ" اور مولانا
مفتی عنایت احمد مرحوم الکلام المتین صفحہ ۱۱۱ مین لکھتے ہین کہ "جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے اولیائے امت سے احیاے موتی اکثر واقع ہوا ہے" امام یافعی نے کتاب مرآۃ الیقضان
مین بعد بیان کثرت و تواتر کرامات حضرت غوث الثقلین قدس اللہ سرہ العزیز کے لکھا ہے
کہ اس مقام پر مین ایک کرامت کے ذکر پر اکتفا کرتا ہون وہ یہ ہے کہ ایک بڑھیا کے بیٹے
کو جناب حضرت غوث الثقلین سے بہت محبت تھی اکثر آپ ہی کی خدمت مین جا کے حاضر
ہوتا دنیا کے کاروبار مین کم مشغول ہوتا ایکدن اس بڑھیا نے آپکے حضور مین حاضر ہو کے عرض
کیا کہ مین نے اس اپنے بیٹے کو آپکے نذر کیا اور للہ اپنا حق اسے معاف کیا آپ اسے تعلیم باطن

فرمائیے اسلیے کہ میرے کام مین تو یہ رہتا ہی نہین ہر گھڑی ہمین آحاضر ہوتا ہے اور اوس لڑکے کو خانقاہ مبارک مین چھوڑ آئی آپنے ریاضت اور سبق باطن مین مشغول کیا کبھی کبھی وہ بڑھیا اپنے بیٹے کو دیکھنے کو آتی تھی ایکدن آئی تو دیکھا کہ وہ بیٹا اوسکا چنے چبا رہا ہے اور بہت حقیر و ناتوان ہو گیا ہے پھر وہ حضرت غوث الثقلین کے پاس گئی دیکھا کہ آپ مرغی کا گوشت کہا رہے ہین اوسنے کہا کہ حضرت آپ مرغی کا گوشت کہاتے ہین اور میرے بیٹے کو چنے کھلاتے ہین آپنے مرغی کی ہڈیون پر ہاتھ رکھکے فرمایا قُومِی بِاِذْنِ اللّٰہِ الَّذِی یُحْیِ الْعِظَامَ وَہِیَ رَمِیْمٌ یعنے اوٹھ کھڑی ہو اوس خدا کے حکم سے جو بوسیدہ ہڈیون کو زندہ کریگا - فوراً وہ مرغی زندہ ہو گئی اور آواز کرنے لگی - تب آپنے اوس بڑھیا سے فرمایا کہ جب تیرا بیٹا ایسا ہو جائے تب جو جی مین آئے کھائے - **قال المولف** نقل ہے کہ ایک پیرزادے حضرت قبلہ کی خدمت مین آئے آپکو دیکھکر بیہوش ہو گئے بعد ازان حضرت نے پوچھا تو کہا مین نے آپکے پاس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا آنحضرت کا جمال دیکھکر بیہوش ہو گیا - آپنے فرمایا کہ بس ایک جھلک مین تمہارا یہ حال ہو گیا -

**قال المعترض** یہ نقل محض خلاف ہے اسلیے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آنا کسی طرح ثابت نہین کتب فقہ وغیرہ کو ملاحظہ فرمائین یہ باتین کل خلاف مین مولف نے اس مجموعہ مین پیران نمی پرند و مریدان می پرانند پر عمل کیا ہے - **اقول** آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت جسطرح خواب مین ممکن ہے اسیطرح بیداری مین بھی حاصل ہو سکتی ہے خواب مین حصول شرف زیارت تو متفق علیہ ہے مگر اسکے ساتھ یہ بھی ثابت ہے کہ بعض اوقات خواب مین آپسے کوئی چیز عطا ہوتی ہے اور خواب دیکھنے والا بیداری کے بعد اوسکو موجود پاتا ہے - چنانچہ مولانا ولی اللہ دہلوی نے رسالہ انتباہ مین اپنے والد جناب شاہ عبد الرحیم مرحوم کا واقعہ لکھا ہے کہ خواب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو دو موے مبارک مرحمت فرمائے جو بعد بیداری بھی موجود تھے اور مدة العمر اونکے پاس رہے

جنکے عجیب و غریب خواص تھے آپس مین دونون لپٹے رہتے تھے اور درود پڑھنے سے
دونون الگ ہوکر کھڑے ہوجاتے تھے دھوپ مین رکھنے سے اوپر ابر کا ٹکڑا آجاتا تھا۔
اور **جذب القلوب** مین مولانا عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہین احمد بن محمد صوفی
گوید کہ سہ ماہ در بادیہ گشتہ بودم و پوست بدن من ہمہ ترقیدہ کہ بمدینہ آمدم و بران سرور و
صاحبیہ سلام کردم صلے اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہما و بخواب رفتم آنحضرت را در خواب دیدم
کہ میفرماید احمد آمدی چہ حال داری گفتم۔ اَنَا جَائِعٌ وَ اَنَا فِیْ ضِیَافَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔
فرمود دست بکشا کشادم دراہمے چند در دستِ من نہاد بیدار شدم دراہم در دستِ من بود
ببازار رفتم و فطیر و فالودہ خریدم و خوردم و ببادیہ در شدم۔ اور **ریاض المرتاض** صفحہ ۴۴
مین جناب نواب صاحب بھوپال لکھتے مین "ابن الجلاد گفتہ بمدینہ در آمدم و مرا فاقہ بود برسول
قبر شریف رفتم و گفتم من مہمان توام غنودم و آنحضرت را در خواب دیدم نانے بمن داد نیمہ خوردم
و بیدار شدم نیمہ دیگر در دستِ من بود۔ اور **تقصار** صفحہ ۱۴۱ مین قاضی جمال ملتانی کی نسبت
وہ لکھتے مین کہ "در بدایون بود وقتے در خواب دید حضرت رسالت را صلعم در سواد بدایون
گوئی کہ در موضعے نشستہ است و وضو میساز د چون بیدار شد بر فور آنجا رفت زمین ترشدہ دید
گفت گور من ہمین جا بکار دید بعد از فوتش ہمدران مقام دفن کردند۔ اور صفحہ ۱۹۰ مین شاہ حبیب اللہ قنوجی
کی نسبت وہ لکھتے ہین کہ "در ایام طلب علم بمطالبِ کتاب چنانچہ باید نمیرسید و ازین وجہ خار خارے
در دل داشت شبے آنحضرت صلعم را در خواب دید و کشایش در علم درخواست کرد چون بیدار شد
ابوابِ علوم برو مفتوح گشت و بر مسند تدریس نشستہ عالمے را بتکمیل علوم ظاہر و باطن کامیاب
ساخت۔ آپ عالم بیداری مین آپکی زیارت ممکن ہونے کے باب مین بعض نقولِ صحیحہ معتبرہ
لکھی جاتی مین۔ امام شعرانی **میزانِ کبریٰ** صفحہ ۴۴ مین لکھتے ہین۔ رأیت ورقۃ بخط الشیخ
جلال الدین سیوطی عند احد اصحابہ وھو الشیخ عبد القادر الشاذلی مراسلۃ
لشخص سألہ فی شفاعۃ عند السلطان قایتبای رحمہ اللہ تعالی۔ اعلم یا اخی اننی

قد اجتمعت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی وقتی ھذا خمسا وسبعین مرۃ یقظۃً ومشافھۃً ولولا خوفی من احتجابہ صلی اللہ علیہ وسلم عنی بسبب دخولی للولاۃ لطلعت القلعۃ وشفعت فیک عند السلطان وانی رجل من خدام حدیثہ صلی اللہ علیہ وسلم واحتاج الیہ فی تصحیح الاحادیث التی ضعفہا المحدثون من طریقھم ولاشک ان نفع ذلک ارجح من نفعک انت یا اخی انتھی ویؤید الشیخ جلال الدین فی ذلک ما اشتھر عن سیدی محمد بن زین المادح لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقظۃ ومشافھۃ ولما حج کلمہ من داخل القبر یعنے علامہ سیوطی کے بعض اصحاب یعنے شیخ عبدالقادر شاذلی قدس سرہ کے پاس علامہ سیوطی کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط مین نے دیکھا جو کسی ایسے شخص کے نام تھا جسنے سلطان قایتبا کے یہان انسے سفارش چاہی تھی اوس خط کا مضمون یہ تھا کہ اے بھائی ابتدا سے لیکر اسوقت تک پچہتر دفعہ عین بیداری مین بالمشافہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت مجھے حاصل ہوچکی ہے اگر مجکو اسکا خوف نہوتا کہ والیان ملک سے ملنے کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے ملنا ترک فرمائینگے تو مین تمہاری خاطر سے قلعہ پر چڑھ کے تمہارے یے سفارش کرتا۔ اور مین خدام حدیث سے ہون جن حدیثونکی لوگون نے تضعیف کی ہے اونکی تصحیح مین مجکو آپسے حاجت پڑتی ہو۔ اور بلاشک اسکا نفع تمہارے اوس نفع سے کہین زیادہ ہے۔ پھر امام شعرانی لکھتے ہین کہ علامہ سیوطی کے واقعہ کی تائید سید محمد بن زین مادح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ مشہورہ بھی کرتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری مین بالمشافہہ دیکھتے تھے اور جب حج کیا تو آنحضرت سے قبر مبارک ہی سے اونسے کلام کیا جب یہ نقل سن چکے تو سنو علامہ سیوطی نے تنویر الحلک نام ایک رسالہ لکھا ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے امکنہ بعیدہ مین تشریف لانے کو ثابت کیا ہے چنانچہ وہ اوسمین لکھتے ہین فحصل من مجموع ھذہ النقول والاحادیث ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم حی بجسدہ وروحہ وانہ یتصرف ویسیر حیث شاء فی اقطار الارض وفی الملکوت یعنے پس ان نقول واحادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت مع جسد وروح زندہ ہین اور آپ تصرف کرتے ہین اور اقطار ارض وملکوت مین جہان چاہتے ہین سیر کرتے ہین۔ اب کہان ہین معترض صاحب پیران نمی پرند ومریدان می پرانند کے کہنے والے ذرا ملاحظہ فرمائین کہ آپکا یہ فرمانا کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا آنا کسی طرح ثابت نہین" کس دہوم دہام سے ہبا، منثورا کی طرح اڑ گیا۔ اسی لیے مین کہتا ہون کہ یہ معرکۂ علم واستعداد ہے نہ جولانگاہِ غیبوران

**قال المؤلف** ایک بار حضرت قبلہ بہت علیل تھے آپنے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تشریف لائی تہین مجہسے فرمایا کہ تمہاری زندگی بہت ہے۔ **قال المعترض** یہ بات محض خلاف ہے اسلیے کہ اولاً حضرت عائشہ کا آنا باطل ثانیاً حضرت عائشہ کو بعد الوفات اس کشف کا ہونا کہ تمہاری زندگی بہت ہے یہ بھی باطل ہے۔ **اقول** مجھے سخت تعجب ہے کہ معترض صاحب کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسے ایسے شبہات کرتے ہین کہ جہلا تک قہقہے لگاتے ہین۔ باطل وخلاف کہدینا تو آپکے بائین ہاتھ کا کہیل ہے۔ مگر بجز دعوے کے دلیل کا نام ونشان تک نہین۔ عالم رویا مین کسی بزرگ کا تشریف لانا تو کچھ مستبعد نہین پہر چون وچرا کی کیا وجہ۔ اور اگر یہ کہیے کہ خواب کا تو ذکر نہین تو عرض یہ ہے کہ اسکی کوئی ضرورت نہین۔ آپکے نواب صاحب تقصار صفحہ ۱۰۱ مین لکھتے ہین "سید محمد بن علوی بوی نوشت رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول لی سلم علی احمد الغشاشی وبشرہ بالشفاعۃ۔ دیکھیے اس عبارت مین منام کا کہان ذکر ہے پس اسی عبارت پر اوس قول کو قیاس کر لیجیے ع این کہ میگویم بقدر فہم تست اور ارواحِ مقدسہ کو اگر کسی کے طولِ حیات کا کشف ہو جائے تو خدا جانے کونسا محذور شرعی لازم آتا ہے کہ آپ فرماتے ہین کہ "یہ بھی باطل ہے" ؎ ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم

کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست۔ واقعی معترض صاحب کی یہ کتاب کشتِ زعفران و دیوار قہقہہ سے کچھ کم نہیں۔ **قال المؤلف** حضرت پیر[1] و مرشد نے فرمایا کہ حضرت خواجہ میر درد رضی اللہ عنہ حقہ پیتے تھے ایکبار حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے آپسے کہا کہ جو کوئی حقہ پیتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اوس سے مُنہ پھیر لیتے ہین آپنے حقہ منگایا اور ایک کش لیکر اوسیدم حضوری مین پونہچے دہوان مُنہ سے نکل رہا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آؤ درد پاس بیٹھ جاؤ شاہ صاحب یہ کیفیت دیکھکر قائل ہوگئے

**قال المعترض**[2] یہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب پر بہتان ہے طرح حکایت اسکی دلیل ہے اسلیے کہ آنحضرت کا فرمانا کہ آؤ درد پاس بیٹھ جاؤ محض خلاف ہے۔ اور پھر کیا دلیل ہے کہ وہ قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ یہ کرامت نہین ہے بلکہ شعبدہ اور استدراج ہے آنحضرت نے آکلین ثوم و بصل کو مسجد مین آنے سے منع فرمایا ہے پھر حقہ نوش حق پوش کو کیون اپنے پاس بٹھانے لگے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کسی کتاب مین اپنا منام یا کشف بیان کیا ہے کہ آنحضرت حقہ نوشون سے مُنہ پھیر لیتے ہین **اقول** آپنے بہتان ہونے کی کیا معقول دلیل پیش کی ہے کہ ماشاء اللہ ثم ماشاء اللہ۔ مگر آپسے کوئی اتنا تو پوچھے کہ ملازمان عالی یہ باطل ہے اور وہ محض خلاف ہے۔ یہی فرمائینگے یا اوسکی وجہ بھی بیان کرینگے۔ اور یہان معترض کی بدزبانی قابلِ ملاحظہ ہے ایک تو حضرت خواجہ میر درد قدس سرہ کے کشف و کرامت کو شعبدہ و استدراج جو فاسقین اور غیر مومنین کی شان سے ہے قرار دیا دوسرے اونکی جناب مین حقہ نوش حق پوش دہر گستاخی دیکھیے ان بزرگ کی نسبت نواب صاحب بھوپال تقصار صفحہ ۱۹۲ مین لکھتے ہین ”سیاح بحر محیط حقائق توحید و سلطانِ اقلیم دقائق تفرید و تجرید بود منکر بدعات ست و قامع ضلالات آسمان اگر ہزار چرخ زند مشکل ست کہ چنین صاحب کمالے بہم رسد۔ انتہیٰ ملخصاً“ عجب تماشا ہے کہ آپکے جناب نواب صاحب تو یون رطب اللسان ہون اور آپ بیساختہ ایسے کلمات

[1] یعنی جناب سید اولاد حسن صاحب خلف حضرت مولانا فضل رحمٰن قدس سرہ ۱۲ منہ

[2] معترض صاحب کی بزرگی

شنیعہ در ہر گستیتین - ع از خدا خواہیم توفیق ادب ÷ بے ادب محروم ماند از فضل رب ÷ اور
اگلین توم بصیل پر ہر حقہ نوش کو قیاس کرنا بیجا ہے کیونکہ کچھ ضرور نہیں کہ ہر حقہ کش کا دہن گندہ ہی رہے
اور حقہ کشی کا مسلہ خود مختلف فیہا ہے کسی نے اسکو حرام کسی نے مکروہ کسی نے مباح بلا کراہت
قرار دیا ہے بلکہ اسکی اباحت مین بڑے بڑے علما نے رسالے تالیف کیے ہین علامہ شامی نے
حاشیہ درمختار مین لکھا ہے اضطربت آراء العلماء فیہ فبعضہم قال بکراھتہ وبعضہم
قال بحرمتہ وبعضہم باباحتہ وافردوہ بالتالیف ثم قال والف فی حلہ سیدنا العارف
عبد الغنی النابلسی الحنفی رسالۃ الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان - الخ
سند المتاخرین مجدد العصر حضرت استاذنا مولانا **محمد عبد الحی** قدس سرہ ترویح الجنان مین بعد نقل اقوال
وتنقیح دلائل طرفین اسکی کراہت کے قائل ہوئے ہین وھذا ھو الحق عندی جب اس مسئلے کا یہ حال ہے
تو ممکن ہے کہ خواجہ میر درد کے نزدیک اباحت ہی ثابت ہو - اور یہ تو مین نے مانا کہ بعضون کے کشف سے
یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت حقہ نوشون سے منہ پھیر لیتے ہین مگر یہ حکم اکثریہ ہے نہ کلیہ - خواجہ میر درد علیہ الرحمہ
نے جو ایسا کیا اونکا مطلب یہی تھا کہ یہ حکم کلی نہیں ہے آخر عوام وخواص اور خوشبو وبدبو دمومنین مین
کچھ فرق ہی یا نہیں - **قال المؤلف** حضرت پیر ومرشد نے فرمایا کہ حضرت خلیفہ اعظم علی شاہ صاحب کو
کشف ہوا کہ حضرت شاہ آفاق رضی اللہ عنہ کی عمر پوری ہوگئی حاضر خدمت اعلے حضرت کے ہوئے
کہ عمر میری حاضر ہے آپنے قبول نفرمائی - ہمارے حضرت قبلہ بھی یہ سنکر نذر کرنے کو حاضر ہوئے حضرت
شاہ آفاق نے دو برس آپکی عمر مین سے لے لیے اور بعد دو برس کے انتقال فرمایا حضرت قبلہ فرماتے
ہین کہ میری عمر جو زیادہ ہے اوسی کی برکت ہے **قال المعترض** عمر کا دینا اور لینا مجال بشر سے خارج ہے
اس قسم کا تصرف ولیون مین ثابت کرنا محض خلاف ہے حضرت آدم علیہ السلام نے جو چالیس برس اپنی
عمر مین سے حضرت داؤد کو دیا تھا تو خود نہیں دیا تھا بلکہ خدا ای تعالے سے اس امر کی التجا کی تھی چنانچہ
ترمذی کی روایت سے ثابت ہے الخ - **اقول** چونکہ ترمذی میں صاف آگیا ہے کہ روز ازل حضرت آدم
کی خواہش کے موافق اونکی عمر مین سے چالیس برس لیکر حضرت داؤد کی عمر مین بڑھا دیے گئے تھے

لہ یعنی حضرت پیر ومرشد مولانا فضل رحمن مدظلہ

لہذا معترض صاحب کو یہ کہنے کا تو موقع نملا کہ کسیکو کسیکی عمر مین سے کچھ کیونکر ملسکتا ہے یہ تو محض خلاف عقل ہے مگر اتنا کہنے کو ہوگیا کہ کوئی آدمی خود اپنی عمر نہین دیسکتا بلکہ خدا سے دیدینے کی دعا کرے مگر افسوس اتنا نہ سمجھے کہ اون حضرت کا عمر دینا لینا مجازا ہے اور تماشا تو یہ ہے کہ خود معترض صاحب لکھتے ہین کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جو چالیس برس اپنی عمر مین سے حضرت داؤد کو دیا تھا یہان عمر کے دینے کا انتساب آپ خود حضرت آدم کی طرف کر چکے ہین پہر بھی ناک بھون چڑہاتے ہین بہرکیف اون حضرات کے قول کا مآل ہی ہے جو معترض صاحب چاہتے ہین مثلاً حضرت شاہ آفاق نے دو برس آپکی عمر مین سے لیلئے اسکا مطلب یہ ہو کہ حضرت پیر و مرشد مدظلہ خود نذر کرنے کو حاضر ہوئے تو حضرت شاہ آفاق نے لینا قبول فرمایا اور اللہ تعالے نے حسب خواہش طرفین ایک کی عمر مین سے دوسرے کو دو برس دیدیے۔ جناب عالی ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ یہان مجاز ہو نہ حقیقت دیکھیے آپکے جناب اصلاحب تقصار صفحہ ۲۳ مین عین القضاۃ ہمدانی کا یہ قول نقل کرتے ہین اے عزیزان کار کہ بغیر خدا منسوب بنید مجازی دانید نہ حقیقی کہ فاعل حقیقی خداست " **ثم قال** اور مؤلف کے حضرت کی عمر مین سے جب شاہ آفاق نے دو برس لے لیے تو پہر مؤلف کے حضرت کا یہ قول کیسے صحیح ہوگا کہ میری عمر جو زیادہ ہے اوسی کی برکت ہے **اقول** ماشاء اللہ کیا بھاری اعتراض جمایا ہے۔ جناب عالی اگر کسی چیز مین سے کچھ صدقہ دیا جائے تو اوسکی برکت سے اوس چیز مین زیادتی ممکن ہے یا نہین پس کسی کے کچھ عمر نذر کرنے کے عوض مین اگر اللہ تعالے اوسکی عمر بڑہا دے تو آخر کسکی برکت کہلائیگی۔ **قال المؤلف** حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ جب حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ایک بزرگ صاحب کشف نے دیکھا تھا کہ جو کوئی اونکے آس پاس پانچ پانچ کوس تک مدفون ہوگا مغفور ہوگا۔ **قال المعترض** اولاً کشف حجت نہین ہو ثانیاً پیر و مرشد نے نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے اور نہ اوسکو بسند بیان کیا ہو۔ ثالثاً جن بزرگ نے یہ دیکھا تھا معلوم نہین کہ وہ کون ہین ایسی باتون کا ذکر مضحکہ طفلان نہین ہو تو اور کیا ہے۔ **اقول** کشف کی بحث گذر چکی فتذکرہ

اور آپنے جو ایسی باتون کے ذکر کو مضحکۂ طفلان قرار دیا ہے حق یہ ہے کہ آپنے اپنی کتاب کا مضحکۂ طفلان ہونا ثابت کیا ہی کیونکہ علامہ قرطبی و سیوطی ایسے بڑے بڑے علمائے بلا سند و حوالۂ کتاب و بغیر ذکر نام صاحب واقعہ اکثر حکایات عجیبہ و منامات غریبہ اپنی تالیفات مین نقل کیے ہین بلکہ آپکے جناب نواب صاحب نے بھی اپنی تالیفات مین اس قسم کے واقعے لکھے ہین سبب کیا کہ اس قسم کے واقعات نقل کرنے مین اسناد کچھ ضرور نہین کما سیجئ تحقیقہ ۔ **قال المؤلف** حضرت قبلہ نے فرمایا کہ حضرت **ایشانؒ** کے مزار پر ایک بزرگ جو انکے رشتہ دار بھی تھے متوجہ ہوئے پھر منہ پھیر کر چلے کہ وہ تو اپنی بی بی سے صحبت مین مشغول ہین **قال المعترض** یہ کشف خلاف کتاب و سنت ہی کہ اسلیے کہ کتاب و سنت سے جنت مین بی بیون اور حورون سے صحبت کرنا ثابت ہی قبر اس فعل کا محل نہین ہے **اقول** معترض صاحب نے دعوی تو یہ کیا کہ یہ کشف خلاف کتاب و سنت ہی اور دلیل مین دو امر ذکر کیے امر اول کو تو دلیل ہونے کی صلاحیت نہین صرف تبعاً ذکر کیا ہے تو نفس دلیل یہ ٹھہری کہ کتاب و سنت سے ثابت ہی کہ قبر اس فعل کا محل نہین مگر اس باب مین کوئی آیت یا حدیث پیش نہین کی ۔ اب مین کہتا ہون کہ کتاب و سنت مین اس امر کی نفی ہرگز مذکور نہین معترض صاحب نے جو دعوی کیا ہی محض جھوٹ ہی ۔ یقولون علی اللہ الکذب ۔ اب جاے غور ہے کہ لیلۃ الاسرا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰ کو قبر مین کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھنا اور بعض صحابہ کا بعض مردے کو قبر سے سورۃ الملک پڑھتے سننا اور جمیع غفیر کا ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کی قبر سے تلاوت قرآن کی آواز سننا ۔ اور بعض وقت قبر کھودنے مین دوسری قبر ظاہر ہونا اور اوسمین کسی مرد کو ہاتھ مین قرآن لیے تلاوت کرتے دیکھنا وامثال ذلک احادیث صحیحہ و نقول معتبرہ سے ثابت ہی جس سے یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالے بعض صالحین کو قبر مین بھی بعض نعماے دنیوی یا اخروی سے مشرف فرماتا ہے ۔ اور حدیث مین انھم یتزاورون فی قبورھم تو آیا ہی ۔ اور انما القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النار بھی مروی ہی پس اگر کسی

مرد صالح کو قبر مین مباشرت زوجہ نصیب ہو تو محل استبعاد کیا ہے **ثم قال** اور پھر اس حکایت خرافہ کی صحت کی کیا دلیل ہے۔ **اقول** نفس الامر مین صحیح وغیر صحیح ہونا تو خدا کو معلوم ہے مگر چونکہ اس واقعے کو معتبر لوگون نے نقل کیا ہے لہذا اسکی صحت ہی کا حُسن ظن ہے۔ **ثم قال** مولف فرماتے ہین کہ منشی سالگرام صاحب نے ذکر کیا کہ حضرت پیر علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے دو برہمن مرید تھے لا الٰہ مین غائب اور الا اللہ مین موجود ہو جاتے تھے۔ پھر جب کرامت اسی کا نام ہے تو پھر کیا ہے جین ہے مؤلف کی تحریر سے یہ سارے جوگیان ولی ہو گئے اور نیز محل شعبدے اور استدراج کرامت ہو گئے۔ **اقول** مین معترض صاحب کے عقل وفہم سے حیران ہون کہ لفظ برہمن دیکھکر آپ یہ سمجھ گئے کہ حالت کفر مین اونسے یہ خوارق ظاہر ہوتے تھے اور اتنا نہین خیال کیا کہ جب ایک بزرگ کے مرید تھے اور لا الٰہ الا اللہ کے قائل تو مسلمان ٹھہرے یا کافر۔ نعوذ باللہ من سوء الفہم۔ جناب عالی اونکے برہمن ہونے کا ذکر اس امر کے اظہار کے لیے ہے کہ جب وہ برہمن تھے تو ابتدا مین خدا جانے کتنی بُت پرستی کی ہو گی مگر مسلمان اور مرید ہونے سے اللہ تعالےٰ نے یہ کمال بخشا کہ اونسے ایسے ایسے خوارق ظاہر ہونے لگے۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ روز اول جب لوگون کو عقل ملتی تھی تو معترض صاحب اوسوقت کہان تھے جو ایسی نعمت عظمیٰ سے محروم رہگئے ونعم ما ورد من یُرِدِ اللہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ۔ **ثم قال** مؤلف نے جن صالحین کے کرامات نقل کیے ہین معلوم نہین کہ وہ حضرات کیسے تھے۔ نیز یہ بھی ضرور ہے کہ ناقل کرامت ثقہ عادل ضابط ہو۔ قرآن پاک مین ہے اِذَا جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا۔ مولف نے اکثر کرامتون کو اپنے پیر ومرشد سے نقل کیا ہے معلوم نہین وہ کیسے ہین۔ علاوہ اسکے مولف کے پیر ومرشد نے جو کرامتین مولف سے بیان کی ہین بلا سند وحوالہ کتاب ہین۔ **اقول** نقل کرامات کے لیے اسناد ضروری نہین۔ دیکھیے تاج مکلل صفحہ ۹ مین امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا یہ قول منقول ہے۔ اذا روینا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحلال والحرام والسنن والاحکام تشددنا فی الاسانید و

اذا روینا عنه صلی الله علیه وسلم فی فضائل الاعمال وما لا یضع حکما ولا یرفعه تساهلنا فی الاسانید جب فضائل وغیرہ کے باب مین حدیث نبوی کا یہ حال ہے تو نقل کرامات اولیا کا کیا ذکر۔ اور اگر نقل کرامات مین اسناد ضروری ہوتے تو محدثین کبار کسی ولی کی کرامت کو بلا ذکر سند ہرگز نہ لکھتے اور ناقل کرامات کے لیے جو اوصاف معترض صاحب نے ضروری ٹھیرائے ہین وہ آیۂ قرآن سے کیونکر ثابت ہوئے۔ اور جناب مؤلف نے جن صالحین کی کرامتین نقل کی ہین اونکے حق مین جو آپنے یہ دہر گھسیٹا کہ نہین معلوم وہ حضرات کیسے تھے اور جناب مؤلف کے حضرت پیر و مرشد مظلہ کے حق مین جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ معلوم نہین کہ وہ کیسے ہین اسکا جواب یہ ہے کہ وہ حضرات تو آفتاب کی طرح روشن ہین ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| گر نہ بیند بروز شپرہ چشم | | چشمۂ آفتاب را چہ گناہ | |

بہر کیف مین نے جا بجا اس رسالے مین اون بزرگان دین کے حالات درج کر دیے ہین جنسے اونکی قدر و منزلت کالشمس فی الظہیرہ روشن ہے۔ اور طرفہ تو یہ ہے کہ اون حضرات کی شان مین خود معترض صاحب سراپا علم و فہم کی زبانِ قلم سے لفظ صالحین نکل گیا ہے۔ ع والحق ما شهدت به الاعداء ÷ یہ بھی گویا اون حضرات کی ایک کرامت ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا مَعَهُمْ فِي زُمْرَةِ الصَّالِحِيْنَ وَالْعَارِفِيْنَ وَالْعُلَمَاءِ الرَّاسِخِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى رَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ هُمْ اَهْلُ الْفَضْلِ وَالْكَرَامَةِ

**تمت**

الکتاب بعون اللہ الوہاب

تم الحمد کہ رسالہ [illegible] المقالۃ الکاملۃ فی رد الاجوبۃ الفاخرۃ والفاضلہ [illegible]
العلوم مخزن الفہوم [illegible] بے بدل [illegible] جناب مولانا مولوی
محمد عبد الحی صاحب [illegible] بفضل اللہ تعالیٰ بر
حسب فرمائش جناب [illegible]
مطبع الاحمدی [illegible]

[illegible] سنہ ۱۳۰۲ ہجری [illegible]

# تذییل

## در بیان تقبیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِہٖ نُؤْمِنُ وَنَسْتَعِیْنُ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ - **امابعد** حقیر زمن **محمد ظہیر احسن** شوق نیموی عرض کرتا ہے کہ بعض لوگ جو تبرکاً واکراماً کسی مرد بزرگ کے ہاتھ پاون چومتے ہین تو اوسکو اکثر حضرات بے علمی سے خلاف شرع سمجھتے ہین بلکہ بعض لوگ اسکو مثل سجدہ غیر اللہ کے شرک جانتے ہین اور نام رکھتے ہین کہ لوگ فلان بزرگ کے ہاتھ پاون چومتے ہین اور وہ اس سے راضی ہین کچھ منع نہین کرتے حالانکہ احادیث صحیحہ وکتب فقہیہ سے اسکا استحباب ثابت ہے فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ سنن ابی داؤد مین زارع وفد عبد القیس سے مروی ہے - قال لما قدمنا المدینۃ فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ورجلہ - یعنے کہا زارع نے کہ ہم لوگ جب مدینے پہونچتے تو اپنے راحلون سے جلدی کرتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاون چومتے - اور اسی ابو داؤد مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حال مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کان اذا دخل علیہا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا - یعنے جب آنحضرت صلعم فاطمہؓ کے پاس تشریف لیجاتے تو وہ اوٹھ کھڑی ہوتین اور ہاتھ پکڑ کے بوسہ دیتین اور اپنی جگہ مین بٹھاتین - اور جامع ترمذی کے باب ماجاء فی قبلۃ الید والرجل مین صفوان بن عسال سے ایک طویل حدیث

حدیث اول

حدیث دوم

حدیث سوم

مروی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ یہود آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کچھ پوچھا آپنے جب جواب دیا تو ان لوگون نے آپکے ہاتھ پاون چومے چنانچہ اوسمین یہ عبارت ہے فقبلوا یدیہ ورجلیہ و قالوا نشہد انک نبیؐ۔ یہ حدیث ابوداؤد وغیرہ مین بھی ہے۔ اور ابن ماجہ صفحہ ۲۷۱ مین یہ حدیث یون مروی ہے۔ عن صفوان بن عسال ان قوما من الیہود قبلوا ید النبی صلے اللہ علیہ وسلم ورجلیہ۔ یعنی صفوان بن عسال سے مروی ہے کہ یہود کی ایک قوم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاون چومے۔ اور اسی ابن ماجہ مین یہ بھی ہے عن ابن عمر قال قبلنا ید النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ یعنے ابن عمر سے مروی ہے کہ اونہون نے کہا کہ ہم لوگون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ چوما تھا۔ اور بزار نے ایک حدیث طویل لکھی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت سے معجزہ طلب کیا آپکے اعجاز سے ایک درخت چلا آیا۔ وہ اعرابی مسلمان ہوگیا اور آپکو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی آپنے منع کیا پھر اوسنے ہاتھ پاون چومنے کی رخصت طلب کی آپنے اجازت دی اور اوسنے آپکے ہاتھ پاون چومے۔ المختصر احادیث سابقہ سے پرہیزگار و اکرام مرد بزرگ کے ہاتھ پاون چومنے کا استحباب کما حقہ ثابت ہے اب اقوال علما سنو علامہ حموی نے شرح الاشباہ والنظائر صفحہ ۲۱۷ مین لکھا ہے قال فی مفتاح السعادۃ واما تقبیل الید ان کان ممن یستحق الاکرام کالعلماء والسادات والاشراف یرجی ان ینال الثواب کما فعلہ بعض الصحابۃ رضی اللہ عنہم اما ان فعل ذلک لصاحب الدنیا یفسق۔ مفتاح السعادۃ مین لکھا ہے کہ ایسے شخص کا ہاتھ چومنا جو مستحق اکرام ہے جیسے علماء و سادات کرام و اشراف ذوی الاحترام اسمین ثواب کی امید ہے جیسا کہ بعض صحابہ نے کیا ہے اور اگر اہل دنیا کی تقبیل کیجائے تو فسق ہے اور در مختار صفحہ ۲۴۲ مین ہے ولا باس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علے سبیل التبرک یعنی تبرکا مرد عالم و پرہیزگار کے ہاتھ چومنے مین کچھ مضائقہ نہین۔ اور تنویر الابصار مین ہے طلب من عالم او زاہد ان یمکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ۔ یعنے اگر کوئی کسی عالم یا زاہد سے قدمبوسی کے لیے قدم طلب کرے تو وہ اوسکو قبول کرے اور اپنا قدم بڑھادے۔ اور امام نووی نے کتاب الاذکار مین لکھا ہے اذا اراد تقبیل ید غیرہ ان کان ذلک لزہدہ وصلاحہ وعلمہ وشرفہ وصیانتہ او

نحو ذلک من الامور الدینیة لم یکره بل یستحب - یعنے اگر کوئی کسی کے زہد وصلاح وعلم وغیرہ کے سبب سے اوسکے ہاتھ پر بوسا دینا چاہے تو کچھ مکروہ نہین بلکہ مستحب ہے - اور خدا نبخشے نواب صدیق حسن خان بہادر مرحوم بھی اسکے جواز کے قائل ہین چنانچہ عوائد العوائد صفحہ ۹۰ مین بعض احادیث تقبیل نقل کرکے لکھتے ہین کہ "این اخبار ناظرست درجواز تقبیل (بوسہ دادن) دست وپا - اور ترمذی مین جو یہ حدیث مروی ہے قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا قال افیلتزمہ ویقبلہ قال لا قال فیاخذہ بیدہ ویصافحہ قال نعم - اسکی نسبت لکھتے ہین "ظاہر آنست کہ این لزوم وتقبیل غیر معانقہ وبوس دست وپا باشد" یعنے اس حدیث سے جو لزوم وتقبیل کی نہی نکلتی ہے تو معانقہ اور دست بوسی وقدمبوسی کے علاوہ کسی اور لزوم وتقبیل کی نہی مراد ہے - اور شیخ دہلوی اشعۃ اللمعات مین لکھتے ہین کہ "از شیخ ابو منصور ماتریدی در تطبیق احادیث نقل کردہ شد کہ آنچہ بروجہ شہوت بود مکروہ ہست وآنچہ بروجہ بر وکرامت باشد مشروع"

الحاصل احادیث واقوال علمائے کرام سے اسکا جواز ثابت ہے - بلکہ بعض محدثین کبار سے بھی قدمبوسی منقول ہے - چنانچہ شیخ دہلوی مقدمہ ترجمہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۰ مین امام بخاری کے احوال مین لکھتے ہین کہ "مسلم صاحب الصحیح چون نزد او می درآمد می گفت بگزار مرا تا بوسہ زنم ہر دو پاے ترا یا طبیب الحدیث یا استاذ الاستاذین یا سید المحدثین" - اب تو اسکے جواز مین کچھ کلام نرہا - اور اگر یہ کہیے کہ سجدے اور قدمبوسی مین فرق کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً نیت کا بڑا فرق ہے - ثانیاً دونون کی ہیئت مین بھی اختلاف ہے والسلام علی من اتبع الہدیٰ

تمت

للہ الحمد کہ یہ رسالہ شریفہ وعجالہ منیفہ مولفہ علامہ زمن مولانا المولوی محمد ظہیر احسن دام فیضہ بفضل رب ذو المنن باہتمام تمام امیدوار رحمت کردگار اضعف العباد محمد نثار حسین نثار مہتمم قومی پریس وبیام بار نہایت صحت وعمدگی سے قومی پریس واقع چوک لکھنؤ مین ماہ جمادی الاخرے سنہ ۱۳۲۱ ہجری مطبوع ہوکر مطبوع طبع شائقین حق ویقین ہوا - والحمد للہ علی ذلک

# صحت نامہ کتاب المقالۃ الکاملۃ فی رد الاجوبۃ الفاخرۃ الفاضلہ

| صحیح | غلط | سطر | صفحہ |
|---|---|---|---|
| ذی الخیر | ابوالخیر سنہ | ۶ | قصیدہ |
| الرحمٰن تبارک وتعالیٰ | الرحمٰن | ۹ | ۳ |
| سیدنا | سید | ۱۴ | 〃 |
| مشہور زمن | مشہور ہین | ۱۷ | 〃 |
| باد | بادی | ۷ | ۴ |
| + | سید | ۱۸ | 〃 |
| + | شیخ | 〃 | 〃 |
| اصل | امل | ۶ | ۷ |
| انتہی نقلا عن الفتح | انتہی | ۱ | ۸ |
| صبّت | صبت | ۵ | ۱۲ |
| جو بعد | بعد | ۲۰ | ۱۷ |
| اولیا | اولیاے | ۱۸ | ۱۸ |
| اگر یہی | یہی | ۳ | ۱۹ |
| یا تو اعتقاد سے کوئی اعتقاد خاص اور یہی جیسے اعتقاد عدم خلق کلام اللہ جسکی وجہ سے امام احمد مضروب محبوس ہوئے یا اس فقرے کا۔ | اسکا | ۹ | 〃 |
| کیا ممکن | ممکن | ۸ | ۲۰ |
| گرد جھکے | گھر کے | ۲۱ | ۲۴ |
| امام صاحب کے ساتھ کچھ | کچھ امام کے ساتھ | ۵ | ۳۱ |
| چھوٹے چھوٹے بچے | بچے بچے | ۱ | ۳۲ |
| الثریا | ثریا | ۱۴ | 〃 |
| عثمان بن عفان | عثمان عفان | ۶ | ۳۹ |

| صحیح | غلط | سطر | صفحہ |
|---|---|---|---|
| عثمان بن عفان | عثمان عفان | ۱۴ | ۳۹ |
| حاجته | لحاجة | ۱۲ | 〃 |
| قال ماکانت | قالت ماکان | 〃 | 〃 |
| لقضاء | قضاء | ۱۷ | 〃 |
| فلیتوضأ | فلیوضأ | ۹ | ۴۰ |
| الحقّ الصریح | حقّ صریح | ۱۴ | ۴۶ |
| امر قبیح | قبیح | 〃 | 〃 |
| ابطال | رد | ۱۵ | 〃 |
| دیتے ہین | لگاتے ہین | ۱۹ | ۵۰ |
| سعد سے | سعد | ۷ | ۵۳ |
| مرسومات | رسومات | ۸ | 〃 |
| جنکے | جکے | ۱ | ۵۸ |
| علے آلہ | آلہ | ۲۰ | ۶۰ |
| السیوطی | سیوطی | 〃 | ۶۱ |
| سیدنا | سید | حاشیہ | ۶۴ |
| جو | خود | ۷ | ۶۶ |
| «خداست» فهداست اور حضرت آدم اور داؤد والی حدیث مشکوۃ کے باب السلام مین یون مروی ہے قال ای رب فانی قد جعلت له | | ۱۲ | 〃 |
| جم غفیر | جمیع غفیر | ۱۶ | ۶۷ |
| ہین جن | ہے جس | ۱۸ | 〃 |
| بھی | تو | ۲۰ | 〃 |
| کے | نے | ۷ | ۶۹ |
| یعنی مفتاح | مفتاح | ۱۵ | ۷۱ |

[illegible]

تمت

# اشتہار کتب مؤلف

## اُدشحۃ الجید

اردو زبان مین اختلاف مذاہب وتقلید ائمہ اربعہ ومناقب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بیان مین یہ رسالہ قابل دید تالیف ہوا ہے شایقین منتظر ہین انشاء اللہ تعالےٰ بہت جلد چھپ کر نظر افروز ہوتا ہے۔ قیمت - - - - - - ۴ر

## وسیلۃ العقبےٰ

اہل دخل اور مونے کے حالات مین یہ رسالہ جدید تالیف ہوا ہے۔ بات بات مین احادیث نبویہ کا حوالہ ہے۔ سماع موتےٰ وغیرہ کی بحث اسمین نہایت تحقیق کے ساتھ کی گئی ہے۔ یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب چھپنا شروع ہوتا ہے۔

## ازاحۃ الاغلاط

غلط الفاظ کی تحقیق مین یہ رسالہ نہایت جانفشانی سے لکھا ہے۔ نایاب کتابون کے حوالے ہین۔ سند مین سیکڑون اشعار اساتذہ فارس لکھے گئے ہین۔ جن حضرات کو غلط الفاظ سے بچنا ہو ضرور اسکی خریداری کرین۔ اب نسخے بہت کم رہ گئے ہین۔ قیمت فی جلد - - - - - - ۸ر

## سرمۂ تحقیق

یہ رسالہ اسم بامسمےٰ ہے جسکی دھوم سارے ہندوستان مین مچی ہوئی ہے - سرمۂ الآرا الفاظ کی چھان بین کی گئی ہے۔ جناب جلال لکھنوی کے شبہات کے جواب باصواب لکھے گئے ہین۔ قیمت فی جلد - - - ۵ر

## نعمت عظمےٰ

یہ متبرک قصیدہ کمال احتیاط کے ساتھ نعت شریف مین لکھا گیا ہے اسکا لطف دیکھنے پر موقوف ہے۔ سرمۂ تحقیق کے خریدار کو یونہین ملتا ہے اور اگر کوئی علحدہ خریدکرنا چاہے تو قیمت مع محصول - - - ار

## حل القصیدہ

قصیدہ نعمت عظمےٰ کی شرح ہے۔ نعمت عظمےٰ کے ساتھ ملتی ہے۔ اسمین قصیدے کے اکثر نکات بیان ہوئے ہین۔

## نغمۂ راز

یہ پُردرد مثنوی اردو مین نہایت پاکیزہ خیال کے پیرایہ مین نظم ہوئی ہے۔ ملک کی قدردانی سے اب دوبارہ طبع ہوئی ہے مگر عجب نہین کہ پھر ہاتھون ہاتھ بک جائے شایقین جلد توجہ کرین۔ قیمت فی جلد - - - ۴ر

## دردِ جُدائی

اس نظم کا لطف دیکھنے پر موقوف ہے اور محاورون کا تو مخزن ہے۔ نغمۂ راز کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

## صبح وصال

اس نظم کا پیرایہ بھی قابل دید ہے۔ دردِ جدائی کے ساتھ طبع ہوئی ہے۔

## شام فراق

یہ لاجواب نظم صبح وصال کا جواب ہے۔ دردِ جدائی صبح وصال شام فراق یہ تینون رسالے خریداران نغمۂ راز کو مفت ملتے ہین ا

## اصلاح

یہ رسالہ اردو انشاپردازون کے حق مین حکم اکسیر رکھتا ہے۔ اسمین متروکات قدیمہ وجدیدہ وغیرہا کا بیان ہے۔ قیمت - ۲ر

ان کتابون مین سے جس کتاب کی خواہش ہو ہمسے مل سکتی ہے ؁

مشتہر

خادم اسلام محمد ظہیر احسن شوق نیموی عظیم آبادی ... مقامی عظیم آباد پٹنہ شاہ کی املی -